رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۷۷۵

قال اللہ تعالیٰ وقرآناً فرقناہ لتقرأہ علی الناس علی مکث ونزلناہ تنزیلا

چوں آیت موصوف دال ست بر نافعیت تعلیم تدریجی برائے عامۂ ناس

حاضر باشد یا بادی ❖ ونیز بر ضرورت تعلیم علوم قرآنیہ یعنی دینیہ کہ مشتمل ست بر

مقاصد ومبادی ❖ پس اتباعاً للنص المزبور ❖ صحیفۂ شہریہ کہ متدرج ست بتدریج شہود

مسمّی بہ

الہادی

نمبر ۱	بابت ماہ صفر المظفر سنہ ۱۳۴۵ھ	جلد ۲

کہ جامع ست انواع علوم دینیہ را برائے ہر طالب وجادی ومذکر ست در ہر مجلس ونادی

ومکمن ست برائے ہر جائع وصادی ❖ بصورت ترجمہ رسالہ ترغیب وترہیب وتسہیل المواعظ

ومصالح عقلیہ وکلید مثنوی وتشرف کہ اکثر آن مستفاد ست از درگاہ ارشادی

یعنی خانقاہ اشرفی امدادی ❖ باہتمام محمد عثمان عامی ❖ دہہراہ اسلامی

در مطبع محبوب المطابع الکٹرک پریس دہلی مطبوع گردید

از کتب خانۂ اشرفیہ در دہلی کلاں ومدینہ ورثہ بہ صدر جہ میگردد

فہرست مضامین

رسالہ الہادی بابت صفر المظفر ۱۳۴۵ھ

جو بہ برکت دُعا حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولٰنا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم العالی
کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلان دہلی سے شائع ہوتا ہی

اُصول و مقاصد رسالہ الہادی اور ضروری اطلاعین

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود اُمۃ محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو بحمد اللہ عین تاریخ پر ہی شائع ہوتا ہے۔

(۳) کسی ماہ کا رسالہ علاوہ ٹائیٹل کے ڈھائی جزسے کم نہ ہوگا بعض مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کی ضرورت سے اس سے بھی بڑھ جانا ممکن ہے اور قیمت سالانہ دو روپے آٹھ آنہ ہے۔

(۴) سوائے ان صاحبون کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں جملہ حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی۔ پی بھیجا جائیگا۔ اور دو آنہ خرچ رجسٹری اضافہ کرکے [illegible] کا وی۔ پی روانہ ہوگا جسپر دو آنہ فیس منی آرڈر ڈاکخانہ اضافہ کریگا۔ اور دو روپے بارہ آنہ کا وی۔ پی پہنچے گا۔

(۵) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ ارسال کیا جاتا ہے وہ جبتک پیشگی قیمت نہ بھیجین گے یا وی۔ پی کی اجازت نہ دینگے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائیگا۔

(۶) جو صاحب درمیان سال مین خریدار ہونگے انکی خدمت میں کل پرچے شروع جلد یعنی جمادی الاول ۱۳۴۴ھ سے بھیجے جائینگے اور ابتداء سے خریدار سمجھے جائینگے اور اگر الہادی کی جلد اول درکار ہو طلب فرماوین مگر اسکی قیمت تین روپے ہے۔ علاوہ محصولڈاک۔

محمد عثمان مالک و مدیر رسالہ الہادی دہلی

کو مرفوع کیا ہو بجز اسکے کہ مسلم بن قطیبہ نے طعمہ بن عمر کے واسطہ سے روایۃ کیا ہے مصنف فرماتے ہیں کہ مسلم اور طعمہ اور اسکے بقیہ راوی سب ثقہ ہیں اور ہم نے دوسری کتاب میں اس حدیث پر تنقید کی ہے۔

اور حضرت عمر بن الخطابؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ جس شخص نے جماعت والی مسجد میں چالیس روز اس طریقہ پر نماز پڑہی کہ عشا کی نماز کی رکعت اوّل اس سے فوت نہ ہوئی تو اسکے بدلے میں اللہ تعالےٰ اسکے واسطے نار دوزخ سے آزادگی لکھدیگا یہ لفظ ابن ماجہ کے ہیں اور ترمذی نے اس طرح بیان کیا ہے کہ اوّل حدیث انس سے روایت کی اور اسکے بعد اس حدیث کو فرمایا کہ مثل حدیث انس ہے اور اسکے الفاظ نہیں نقل کئے اور کہا کہ یہ مرسل ہے یعنے اسکے راوی عمارۃ بن غزیہ نے حضرت انس کو نہیں پایا اور انہیں سے حدیث روایت کی ہو اور اس حدیث کو رزین عبدری نے اپنی جامع میں ذکر کیا ہے اور میں نے اس حدیث کو انکے اصول میں نہیں پایا واللہ اعلم۔

١٦٩

اور حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے خوبی کے ساتھ وضو کیا اور پھر نماز کو چلا (مگر) لوگوں کو پایا کہ نماز سے فارغ ہو چکے (یعنے جماعت ہو چکی) اللہ تعالےٰ اسکو مثل جماعت سے نماز پڑہنے والوں کے اجر دیگا اور یہ اجر ان لوگونکے اجر میں نقصان دہ نہ ہوگا ابوداؤد و نسائی حاکم نے روایۃ کیا ہے اور علی شرط المسلم صحیح کہا ہے اور مسجدوں کے جانے کے باب میں حدیث سعید بن المسیب کی ایک انصاری سے پہلے مذکور ہوئی کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا الخ اسکے بعد مضمون سابق بیان کیا اسمین یہ زیادتی ہے کہ اگر مسجد میں آیا اور جماعت سے نماز پڑہی تو اسکے گناہ بخشدیے جائینگے اور اگر مسجد میں اپنے وقت میں پہنچا کہ کچھ نماز پڑھ چکے تھے اور کچھ باقی رہی تھی جو پائی وہ پڑھ لی اور جو باقی رہی وہ تمام کرلی۔ وہ بھی اسیطرح مستحق مغفرت ہوگا اور اگر مسجد میں ایسے وقت پہنچا کہ لوگ نماز پڑھ چکے تھے پھر اپنی نماز کو پورا کیا تب بھی ایسا ہی ہوگا۔

کثرت جماعت کی ترغیب

حضرت ابی بن کعبؓ سے مروی ہے کہ ہم کو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز

پڑھائی پھر فرمایا کہ کیا فلاں حاضر ہے لوگوں نے عرض کیا کہ نہیں پھر فرمایا کہ کیا فلاں حاضر ہے لوگوں نے کہا کہ نہیں فرمایا کہ یہ دونوں نمازیں منافقوں پر سب نمازوں سے زیادہ گراں ہوتی ہیں اور اگر تم لوگ اس اجر کو جانتے جو ان دونوں نمازوں میں ہے تو تم ضرور ان میں حاضر ہوتے اگرچہ گھٹنوں کے بل چلتے۔ اور صف اول مثل فرشتوں کی صف کے ہے اور اگر تم اسکی فضیلت کو جانتے تو یقیناً تم اسکی طرف دوڑتے۔ اور انسان کی نماز ایک آدمی کے ساتھ ملکر اسکی تنہا نماز سے زیادہ بہتر ہے اور دو آدمیوں کے ساتھ نماز پڑھنا ایک آدمی کے ساتھ سے زیادہ بہتر ہے اور جسقدر آدمی بڑھتے رہینگے جماعت کا ثواب بڑھتا رہیگا اسکو امام احمد اور ابو داؤد اور نسائی نے اور ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں اور حاکم نے روایت کیا ہے اور یحیی بن معین اور ذہلی نے اس حدیث کی صحت کا یقین کیا ہے۔

اور قباث ابن اشیم لیثیؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو آدمیونکی نماز جماعت سے کہ ایک دوسرے کا امام ہو بہتر ہے چار آدمیونکی انفرادی نماز سے اور چار آدمیونکی نماز جماعت سے اللہ کے نزدیک زیادہ بہتر ہے آٹھ متفرق نمازوں سے اور آٹھ آدمیوں کی نماز جماعت سے کہ ایک آدمی ان میں سے امام بنجائے اللہ کے نزدیک زیادہ بہتر ہے سو متفرق نمازوں سے اسکو بزار اور طبرانی نے ایسی سند سے بیان کیا ہے کہ جسمیں کچھ مضائقہ نہیں۔ ۱۷۰

جنگل میں نماز پڑھنے کی ترغیب

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ بعض علما جماعت کی نماز پر صحرا کی نماز کی فضیلت کے قایل ہیں۔

اور حضرت ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز باجماعت (ثواب میں) پچیس نمازوں کے برابر ہوتی ہے پھر اس نماز کو جنگل میں پڑھا اور اسکے رکوع وسجود کو تمام کیا تو پچاس نمازونکے برابر ہوجاتی ہے اسکو ابو داؤد میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس حدیث میں عبد الواحد بن زیاد کہتے ہیں کہ آدمی کی نماز صحرا میں جماعت کی نماز سے دوچند ہوجاتی ہے اسکو حاکم نے بلفظہ روایت کیا ہے اور علی شرط الشیخین کہا ہے اور شروع حصہ حدیث بخاری وغیرہ نے بھی روایت کیا ہے اور اسکو ابن حبان نے بھی اپنی صحیح میں روایت کیا ہے

اسکے الفاظ کا ترجمہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کی نماز جماعت منہا نماز سے پچیس درجہ بڑھ جاتی ہے اور اگر اسکو کسی جنگل میں ادا کیا اور رکوع و سجود کو تمام کیا تو اسکی نماز پچاس درجہ لکھی جائیگی۔

اور حضرت سلمان فارسی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب انسان جنگل کی زمین میں ہو اور وقت نماز کا آجائے تو اسکو وضو کرنا چاہیئے اگر پانی نہ پاوے تو تیمم کرنا چاہیئے پھر اگر اس نے تکبیر کہکر نماز پڑہی ہے تو اسکے ساتھ اسکے دو فرشتے (یعنے مونڈہوں پر رہنے والے) نماز پڑہتے ہیں اور اگر اذان و تکبیر کے ساتھ نماز پڑھے تو اسکے پیچھے اللہ میاں کا اتنا بڑا لشکر نماز پڑھتا ہے کہ جسکے دونوں کنارے دکھائی نہیں دیتے اسکو عبدالرزاق نے بطریق ابن تیمی عن ابیہ عن ابی عثمان النہدی عن سلمان روایت کیا ہے اور حدیث عقبۃ بن عامر کی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے گذر چکی ہے کہ تمہارا رب پہاڑ کی چوٹی پر بکریوں کے چرواہے سے خوش ہوتا ہے کہ وہ اذان دیکر نماز پڑہے پھر اللہ عز وجل فرماتا ہے کہ میرے اس بندہ کو دیکھو کہ اذان دیتا ہے اور نماز کو قایم کرتا ہے مجھ سے ڈرتا ہے لہذا میں نے اسکے گناہ بخشدئے اور اسکو جنت میں داخل کر دیا اسکو ابوداؤد و نسائی نے روایت کیا ہے باب اذان میں مذکور ہو چکی ہے

خاصکر نماز صبح اور عشا با جماعت کی ترغیب اور ان دونوں سے رہجانے والے کے لئے ترہیب

حضرت عثمان بن عفان سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا کہ جس شخص نے نماز عشا با جماعت پڑہی گویا وہ آدہی رات نماز پڑہتا رہا اور جس نے صبح کی نماز جماعت سے پڑہی گویا اس نے تمام رات نماز پڑھی اسکو امام مالک و مسلم نے روایت کیا ہے الفاظ مسلم کے ہیں اور ابوداؤد کے الفاظ یہ ہیں کہ جس شخص نے عشار کی نماز جماعت سے پڑہی وہ آدمی آدہی رات تک نماز پڑہنے والے کی مانند ہے اور جس نے عشار فجر دونوں نمازیں

۱۷۱

جماعت سے پڑہیں تو یہ تمام رات نماز پڑہنے کی مانند ہے اس حدیث کو ترمذی نے مثل ابوداؤد کے روایت کیا ہے اور حسن صحیح کہا ہے اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں باب فضل صلوٰۃ العشاء والفجر فی جماعتہ میں کہا ہے کہ راز اسکا یہ ہے کہ جماعت فجر افضل ہے جماعت عشاء سے اور جماعت فجر کی فضیلت جماعت عشاء سے دوچند ہے پھر اس حدیث کو مسلم کے الفاظ سے روایت کیا ہے اور ابو داؤد و ترمذی کی روایت اس مضمون کے مخالف ہے اللہ اعلم۔

اور حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عشا اور فجر کی نماز (باجماعت) منافقوں پر بہت گران ہے اور اگر وہ لوگ ان دونوں کی فضیلت کو جان لیتے تو ان دونوں جماعتوں میں ضرور حاضر ہوتے اگرچہ گھٹنیوں چلکر اور میں نے پختہ ارادہ کیا تھا کہ جماعت کہڑی کئے جانے کا حکم دوں اور ایک آدمی کو نماز پڑہانے کا حکم دوں اور اپنے ساتھ چند ایسے آدمی لیکر چلوں کہ جنکے سروں پر لکڑیوں کے گٹھے ہوں ان لوگوں کی جانب کہ جو جماعت میں نہیں آتے اور ان لوگوں کو حکم دوں کہ وہ ان لکڑیوں سے ان جماعت چھوڑنے والوں کے گہروں کو جلادیں اسکو بخاری مسلم نے روایت کیا ہے اور مسلم کی ایک روایت میں اسطرح ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے چند لوگوں کو بعض نمازوں میں حاضر نہ پایا تو فرمایا کہ بیشک میں نے قصد کر لیا تھا کہ ایک آدمی کو لوگونکو نماز پڑہانے کا حکم کروں پھر پیچھے سے ان لوگونکی طرف جاؤں جو اس جماعت میں نہیں آئے اور حکم کروں کہ انکے گہروں کو آگ سے جلادیں اور اگر کوئی ان میں سے اتنا بھی جانتا کہ ایک فربہ ہڈی ملیگی تو ضرور جماعت (عشاء) میں چلا آتا اور اس حدیث کی بعض روایتوں میں امام احمد نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ انکے گہروں میں اگر عورتیں اور بچے نہ ہوتے تو میں عشا کی نماز کہڑی کرا کر اپنے جوانونکو حکم کرتا کہ انکے گہروں میں جو کچھ ہے سب جلا دو۔

اور حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جب ہم کسی آدمی کو فجر اور عشا کی جماعت میں نہیں پاتے تو ہم اس سے بدگمان (یعنے بخیال نفاق) ہوجایا کرتے تھے اسکو طبرانی اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور قبیلہ نخعہ کے ایک آدمی سے روایت ہے کہ میں نے ابو دردا رضی اللہ عنہ سے بوقت انکی وفات کے سُنا کہ وہ کہتے تھے کہ میں تم سے ایک حدیث بیان کرتا ہوں جسکو میں نے

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ تو اللہ کی ایسی عبادت کر گویا کہ
تو اسکو دیکھ رہا ہے پس اگر تو اسکو نہیں دیکھتا ہے تو وہ تو تجھکو دیکھتا ہے اور اپنے آپکو مردوں میں
شمار کرو اور مظلوم کی بد دعا سے بچو اسلئے کہ وہ ضرور قبول کیجاتی ہے اور جو شخص تم میں سے طاقت رکھے
کہ عشاء اور فجر کی نماز مین حاضر ہو اگرچہ گھٹنیوں چلکر تو اسکو ضرور ایسا کرنا چاہیئے اسکو طبرانی نے کبیر
میں روایت کیا ہے اور اس نامعلوم الاسم کا نام جابر بیان کیا ہے اور اسکا حال مجھکو معلوم نہیں ہوا

اور حضرت عمر بن الخطابؓ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جس نے
چالیس یوم باجماعت ایسے طریق پر نماز پڑہی کہ عشا کی نماز کی رکعت اوّل اس سے نہ فوت
ہوئی تو اللہ تعالے اسکے بدلہ میں اسے نار جہنم سے آزادی لکھدینگے اسکو ابن ماجہ نے بروایت
اسماعیل بواسطہ عمارۃ بن غزیہ حضرت انس بن مالکؓ کی روایت سے حضرت عمر بن الخطابؓ سے
روایت کیا ہے۔ اور اسکی طرف ترمذی نے بھی اشارہ کیا ہے الفاظ اسکے نہیں لکھے ہیں اور مرسل
روایت کیا ہے یعنے عمارۃ بن غزیہ مازنی مدنی نے حضرت انس سے اُنس نہیں پایا۔

۱۷۳ اور حضرت ابو امامہؓ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جناب نے فرمایا
کہ جس شخص نے وضو کیا اور مسجد مین آکر دو رکعت نماز قبل فجر پڑہین پھر بیٹھا رہا حتی کہ نماز فجر
(باجماعت) ادا کی اس دن اسکی نماز ابرار کی نماز مین لکھی جائیگی اور وہ شخص وفد رحمٰن میں لکھا
جائیگا اسکو طبرانی نے قاسم ابی عبد الرحمٰن کے واسطہ سے ابی امامہ سے روایت کیا ہے۔

اور حضرت ابی بن کعبؓ نے فرمایا کہ ایک روز نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم کو صبح
کی نماز پڑہائی اسکے بعد فرمایا کہ کیا فلان شخص حاضر ہے لوگوں نے عرض کیا کہ نہیں پھر فرمایا کہ کیا
فلان حاضر ہے لوگوں نے عرض کیا کہ نہیں فرمایا کہ یہ دو نمازیں تمام نمازوں سے زیادہ گران
بنا فقین پر ہوتی ہیں اور اگر وہ ان دونوں کے اجر کو جان لیتے تو ان میں ضرور حاضر ہوتے
اگرچہ گھٹنیون کے بل چلکر الحدیث اسکو احمد ابوداؤد نے اور ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنی
اپنی صحیح میں اور حاکم نے روایت کیا ہے اور باب کثرت جماعت میں تمام حدیث گذر چکی ہے۔

اور حضرت سمرۃ بن الجندب نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ
آپ نے فرمایا کہ جس نے صبح کی نماز جماعت سے ادا کی وہ خدا کے عہد میں داخل ہو گیا اسکو

ابن ماجہ نے بسند صحیح روایت کیا ہے اور اسی حدیث کو حضرت ابوبکر صدیق رضؓ سے بھی روایت کیا ہے اسمین یہ زیادتی ہے کہ اللہ کے ذمہ اور عہد کو مت توڑو جس شخص نے اسکو (یعنے نماز باجماعت پڑھنے والے کو) قتل کردیا تو اللہ تعالےٰ اس قاتل کو طلب کریگا اور منہ کے بل دوزخ میں ڈالیگا اسکو مسلم نے حدیث جندب سے روایت کیا ہے اور باب نماز پنجگانہ میں یہ روایت گذر چکی ہے

اور حضرت ابوبکر بن سلیمان بن حثمہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے سلیمان بن حثمہ کو صبح کی جماعت میں نہیں پایا تھا۔

اور حضرت عمر بن خطابؓ بازار کی جانب تشریف لے گئے اور مسجد وبازار کے درمیان میں مکان سلیمان کا پڑتا تھا۔ آپ شفا والدہ سلیمان سے ملے اور ان سے فرمایا کہ میں نے سلیمان کو صبح کی جماعت میں نہیں دیکھا انھوں نے عرض کیا کہ وہ تمام رات نفلین پڑہتا تھا صبح کو اسکی آنکہین (یعنے نیند) اسپر غالب آگئیں حضرت عمر نے فرمایا کہ واللہ صبح کی جماعت میں میرا چلا آنا مجھے زیادہ اچھا معلوم ہوتا ہے اس سے کہ میں تمام رات نفلیں پڑہتا رہوں اس کو امام مالک نے روایت کیا ہے۔ ۱۷۴

اور حضرت ابودرداؓ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص اندہیری رات میں مسجدوں کو گیا تو اللہ عزوجل سے قیامت کے روز ایک عظیم الشان نور کے ساتھ ملاقات کریگا اسکو طبرانی نے کبیر میں بسند حسن اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اسکے قریب روایت کیا ہے

اور حضرت سہل بن سعد الساعدی سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اندہیری (راتوں) میں مسجد کی جانب چلنے والوں کو قیامت کے روز نور تام کی بشارت دیدو اسکو ابن ماجہ نے اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور الفاظ حاکم کے ہیں اور کہا ہے کہ علے شرط الشیخین صحیح ہے اور یہ حدیث پہلے دوسری حدیثوں کے ساتھ گذر چکی ہے۔

بلا عذر جماعت کی حاضری کو چھوڑنے کی ترہیب

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے اذان کو سُنا اور اسکو اسکے اتباع کرنے (یعنے جماعت کیلئے جانے) سے کسی عذر نے نہیں منع کیا

حاضرین نے عرض کیا کہ وہ عذر کیا ہے فرمایا خوف یا مرض تو اس سے وہ نماز (جو اس نے بلا جماعت بلا عذر پڑہی) نہیں قبول کیجائیگی اسکو ابوداود اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور ابن ماجہ نے اسکے قریب روایت کیا ہے۔

اور حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اذان سُنی اور اسکی اجابت نہ کی تو اسکی نماز (قابل قبول) نہیں مگر بحالت مجبوری اسکو قاسم ابن اصبغ اور ابن ماجہ نے اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے روایت کیا ہے اور علی شرط الشیخین صحیح کہا ہے۔

اور حضرت ابو درداؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ کوئی تین آدمی کسی گاؤں یا جنگل میں ایسے نہیں ہیں کہ انمیں جماعت سے نماز نہ پڑہی جاتی ہو اور پھر شیطان انپر غالب نہ آجائے پس تم جماعت سے نماز پڑھنا اپنے اوپر لازم کر لو (کیونکہ یاد رکھو کہ) بھیڑیا ریوڑ میں سے دُور (اور علیحدہ) ہو جانیوالی ہی بکری کو پکڑتا ہے اسکو امام احمد ابوداؤد ونسائی اور ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں اور حاکم نے روایت کیا ہے اور رزین نے اپنی جامع میں یہ زیادہ کیا ہے کہ آدمی کا بھیڑیا شیطان ہے جب وہ اسکو تنہا پاتا ہے کھا جاتا ہے۔

175

اور حضرت ابن مسعودؓ کی روایت پہلے گذر چکی ہے اور اسمیں یہ بھی ہے کہ اگر تم اپنے گھروں میں اس (جماعت کو چھوڑ کر) گھر میں رہجانے والے کی طرح سے نماز پڑھ لیا کرتے تو اپنے نبی کی سنت کو چھوڑ دیتے اور نبی کی سنت کو اگر تم چھوڑ دیتے تو تم (یقیناً) گمراہ ہوجاتے الحدیث اسکو مسلم ابوداؤد وغیرہ نے روایت کیا ہے اور ابوداود کی ایک روایت میں یوں ہے کہ اگر تم اپنے نبی کی سنت کو چھوڑ دیتے تو کافر ہو جاتے۔

اور حضرت معاذ بن انسؓ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ پوری پوری سرکشی اور کفر ونفاق والا وہ شخص ہے کہ اللہ کے آواز دینے والے کو نماز کیلئے بلاتے ہوئے سنے اور پھر اسکی اجابت نہ کرے (یعنے جماعت میں شریک نہ ہو) اسکو امام احمد اور طبرانی نے زبان بن فائد کی روایت سے نقل کیا ہے اور طبرانی کی ایک روایت میں مذکور ہے

کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بدبختی اور ٹوٹا مومن کے لئے کافی ہے کہ مؤذن کو تکبیر کہتے سنے اور اجابت نہ کرے۔

اور حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کی قسم میرا قصد تھا کہ اپنے جوانوں کو حکم کردوں کہ میرے لئے لکڑیوں کے گٹھے جمع کریں۔ میں (انکو لیکر) اس قوم کے پاس جاؤں کہ جو بلا عذر گھروں میں نماز پڑھتے ہیں اور ان کے گھروں کو ان سمیت جلادوں اسکے راوی یزید بن اصم ہیں انسے کہا گیا کہ اس نماز سے نماز جمعہ مراد ہے یا کوئی اور فرمایا کہ میرے دونوں کان بہرے ہوجائیں اگر میں نے ابوہریرہ سے اس حدیث کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہوئے نہ سُنا ہو اور انھوں نے جمعہ اور غیر جمعہ کا ذکر نہیں کیا اسکو مسلم ابوداؤد ابن ماجہ ترمذی نے مختصراً نقل کیا ہے۔

اور حضرت عمر بن ام مکتومؓ سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نابینا اور گھر والا ہوں اور کوئی میرا رہبر میرے ساتھ رہنے والا نہیں کیا آپ میرے واسطے رخصت پاتے ہیں کہ میں اپنے گھر نماز پڑھ لوں فرمایا کہ تم اذان سنتے ہو انھوں نے عرض کیا کہ ہاں فرمایا کہ میں تمہارے واسطے رخصت نہیں پاتا اسکو امام احمد ابوداؤد ابن ماجہ اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے روایت کیا ہے۔ اور انہی سے امام احمد کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے قوم میں کچھ نرمی یعنے سستی دیکھی فرمایا کہ میں ارادہ کرتا ہوں کہ لوگوں کے واسطے ایک امام مقرر کروں پھر جس کسی ایسے انسان پر کہ وہ اپنے گھر میں نماز پڑھ لیتا ہو قادر ہوں تو ضرور اسکو مع اسکے گھر کے جلادوں حضرت ابن ام مکتوم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے اور مسجد کے درمیان میں کھجور کے باغ اور درخت ہیں اور ہر وقت رہبر مجھکو نہیں ملتا لہذا کیا مجھکو گنجائش ہے کہ میں اپنے گھر میں نماز پڑھ لوں فرمایا کہ تم اذان کو سنتے ہو عرض کیا کہ ہاں فرمایا کہ تب تو حاضر ہو اسکی سند جید ہے۔ مصنف منذری فرماتے ہیں کہ ہم نے اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا ہے کہ جس نے اذان کو سُنا اور پھر بلا عذر اجابت نہ کی یعنے جماعت میں شریک نہ ہوا تو اسکی نماز نہیں ہے منجملہ انکے ابن مسعود اور ابوموسے اشعری ہیں اور یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے

۱۷۶

(باقی آئندہ)

پھر کیا وجہ کہ سب کی ناک گدی پر کیوں لگی تو اول آپ اپنی تو خبر لیجئے اور اپنے بدن کی بناوٹ
ہی میں حکمتیں تبلادیجئے اسکے بعد ہی نماز وغیرہ تک نوبت آئیگی۔ صاحبو سلامتی کی بات یہی ہے
کہ سیدہی سڑک پر چلو جس پر چلکر سیکڑوں پار ہوگئے نیا رستہ مت اختیار کرو کیا آپسے پہلے
کوئی عقلمند اور اسلام کا ہمدرد ہوا ہی نہیں کیا حضرت ابوبکر و حضرت عمر کو دین کا کچھ درد نہ تھا اور کیا اونکو آپکی
برابر بھی عقل نہ تھی آپ اُنکے حالات دیکھیں تو معلوم ہو کہ انکی عقل کے سامنے آپ کچھ بھی عقل نہیں
رکھتے پھر انھوں نے نمازیں کیوں نہ چھوڑیں روزہ میں اصلاح کیوں نہ کی پس معلوم ہوا کہ
پہلے راستہ کو چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کرنا نہایت اندیشہ کی بات ہے اندھے کے لیے
یہی مناسب ہے کہ کسی سوانکھے کے ساتھ ہولے اور جدہر کو وہ لیجلے اُدہر چلے اور اگر کسی موقع پر سوانکھے
نے کہا کہ یہاں نالی ہے اور اندھے خان لگے دلیل پوچھنے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ ہاتھ چھوڑ دیگا اور
یہ گر کر مرینگے۔

(۴) ایک صاحب نے مکہ کی قربانی پر اعتراض کیا کہ ایسی قربانی سے کیا فائدہ کہ جانور
کو ذبح کرکے گوشت کھتون میں دبا دیا کیونکہ مکہ میں ایسا کیا جاتا ہے اور اس بیہودہ اعتراض
کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اپنے خیال میں احکام کی اوجہ تراش لیتے ہیں جب وہ وجہ اور غرض
کہیں پائی نہیں جاتی تو اعتراض کرتے ہیں چنانچہ قربانی کی وجہ یہ تراش لی ہے کہ گوشت
سے محتاجوں کو نفع ہو اور چونکہ ذبح کرکے گوشت دبا دینے سے یہ مقصود حاصل نہیں
ہوتا اسلئے اعتراض کرتے ہیں اس اعتراض کا جواب اسقدر کافی ہے کہ تمہیں وجہ سمجھنے کی
کیا تمیز ہے۔ میں بیان کرتا ہوں کہ اگر قربانی کرکے ایک حبہ گوشت بھی کسیکو نہ دو تب بھی
قربانی کا ثواب ملتا ہے تو معلوم ہوا کہ مقصود قربانی کا یہ نہیں کہ لوگوں کو نفع ہو ورنہ صرف ذبح
کرنے سے کیوں ثواب ملتا اب رہی یہ بات کہ پھر حکمت کیا ہے تو حکمت یہ ہے کہ بندہ
چونکہ محب ہے اور اللہ تعالٰے محبوب ہیں اسلئے اسکو مناسب تھا کہ اپنی جان قربان کرتا
اسکا بدل خدا تعالٰے نے یہ مقرر فرمایا کہ ایک پیارے جانور کو ذبح کرو اور دلیل اسکی یہ ہے
کہ اوّل ابراہیم علیہ السلام کو یہ حکم ہوا تھا کہ ہماری راہ میں بیٹے کو ذبح کرو بیٹا اپنی جان
سے بھی زیادہ محبوب اور عزیز ہوتا ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جان سے

9
[illegible]

زیادہ پیاری چیز مانگی گئی تھی اسیکو حدیث شریف مین فرماتے ہیں سنۃ ابیکم ابراھیم یعنی (قربانی) سنت ہے تمہارے باپ حضرت ابراہیم کی۔ تو مقصود یہ تھا کہ اپنی جان دیجائے مگر اُسکا بدلہ یہ مقرر فرما دیا کہ جانور کو ذبح کردو اور محبت تو ایسی چیز ہے کہ اس موقع پر بعض لوگوں نے اپنی جانین بھی قربان کردی ہین ایک وکیل صاحب مجھ سے کہتے تھے کہ ایک بزرگ صاحب حال جن کو لوگ مسخرا سمجھا کرتے تھے حج کرنے کے لئے گئے جب خانہ کعبہ کے سامنے پہنچے تو جو شخص طواف کراتا ہے اُسکی زبان سے یہ نکلا کہ یہ ہی کعبہ اُسوقت ان پر بیہوشی کی سی کیفیت غالب ہوئی اور ایک چیخ ماری اور جان دیدی اور سینکڑوں بزرگون کے قصے ہیں کہ ایسے وقت مین ان کی جان نکل گئی لیکن پھر بھی ایسے لوگ بہت کم ہیں۔ اگر سب کے سب ایسے ہی ہوتے تو ایک سال میں سب کے سب ختم ہو جاتے پھر جانور کے ذبح کرنے کا حکم تو نری رحمت ہے کہ خیر جان نہیں دیتے تو جانور ہی دیدو وہ بھی کافی ہے مگر اُسکے ساتھ ہی یہ بھی حکم ہے کہ ایسا جانور ذبح کرو جو عزیز ہو حدیث میں ہے سمنوا ضحایاکم فانھا علی الصراط مطایاکم (ترجمہ) تیار جانور ذبح کرو کیونکہ وہ پلصراط پر تمہاری سواری ہونگے حضرت عمرؓ نے جب سورۂ بقر ختم کی تو ایک اونٹنی ذبح کی تھی جسکی قیمت انکو تین سو اشرفی ملتی تھی غرض یہ معلوم ہو گیا کہ حکمت قربانی کی وہ نہیں ہے جو کہ اسوقت لوگوں نے تراشں رکھی ہے بلکہ حکمت اسکی یہ ہے جو بیان کی گئی اور یہ بھی ہم نے رعایت کرکے تبلادی ورنہ ہمارا طریقہ تو یہ ہے کہ ہم صرف حکم کو دیکھتے ہیں حکمت کو نہیں دیکھتے کیونکہ خدا تعالےٰ کے بھیدوں پر پوری طرح ہم کو اطلاع کیسے ہو سکتی ہی۔ پس جب احکام شریعت کی ضرورت معلوم ہو گئی تو ہم کو حکمت دیکھنے اور تبلانے کی بھی ضرورت نہیں۔

(۵) اب مین یہ تبلاتا ہوں کہ مسلمانوں مین علم کیونکر پھیل سکتا ہے کیونکہ یہ تو بہت مشکل ہے کہ سب کے سب مولوی ہو جائیں آجکل لوگ اس سے بھی گھبراتے ہیں کہ مولوی اسکی کوشش کرتے ہیں کہ سب کے سب مولوی ہو جائیں سو میں کہتا ہون کہ ہم سب کو مولوی نہیں بناتے بلکہ اگر سب بننا بھی چاہیں تو ہم روک دینگے کیونکہ تجربہ یہ ہی

حکمت قربانی جو لوگون نے تراش رکھی ہے

۱۰

آسان طریقہ علم دین کے پھیلانے کا

کہ جن لوگون مین دین پر پوری طرح چلنے کی ہمت اور پرہیزگاری نہ ہو انکو مولوی بنا دینے

سے بہت سی خرابیاں دین میں پیدا ہو جاتی ہیں اور ایسے ہی لالچی لوگ ہیں جنھوں نے
دُنیا داروں کی خوشامد کرکے اکثر لوگوں کو علم دین سے نفرت دلادی ہے کیونکہ وہ
سمجھتے ہین کہ علم دین کا یہی اثر ہوتا ہے تو اگر ہماری اولاد علم دین پڑھے گی تو ان میں بھی
یہی باتیں پیدا ہوں گی اس لئے ایسے لوگوں کو ہم ہرگز مولوی ہونے کی رائے نہ دینگے
بلکہ مولوی ہونا اور دین کی خدمت کرنا اُس شخص کا کام ہے جس کو مال و دولت اور
عزت و مرتبہ کی کچھ پرواہ نہ ہو۔ صرف اللہ تعالےٰ کا طلبگار ہو۔ اب آپ ہی اندازہ کیجئے
کہ سب کے سب ایسے کہاں ہیں تو اگر سب کو مولوی بنایا جاوے تو کس قدر خرابیاں
پیدا ہون پس بچون میں سے چھانٹ چھانٹ کر بعض کو مولوی بنانا چاہئے سو آپ بھی
اپنے بچون میں سے دینی علم کے لئے بعض کو چھانٹئے اور اگر کہو کہ دیہاتی یا غریب لوگ
تو پڑھ رہے ہین پھر ہمیں کیا ضرورت ہے کہ اپنے بچونکو بھی پڑھا دین تو سمجھو کہ وہ
آپ کے لئے کافی نہیں ہیں کیونکہ انہیں آپ کے اندرونی حالات کی خبر نہیں اسلئے وہ
آپکی اصلاح نہیں کرسکتے پس شہر والوں کے مولوی شہر والے ہوں اور گاؤں والوں کے
مولوی گاؤں والے اور غریبوں کے مولوی غریب ہون اور امیروں کے مولوی امیر کیونکہ
امیرون کی نظرون میں غریبوں کی کچھ قدر نہیں ہوتی اور غریب بیچارے چونکہ اپنے کام
مین لگے ہوئے ہیں اسلئے بھی امیروں کو توجہ کرنا نہایت ضروری ہے پس یہ اپنی اولاد
میں سے علم دین پڑھانیکے لئے بعض کو چھانٹین لیکن خدا کے لئے اسطرح نہ چھانٹئے
جیسے اب تک کیا ہے کہ اولاد میں جو سب سے زیادہ بیوقوف ہو اسکو عربی پڑھانے کے لئے
پسند کیا بلکہ جو تیز اور خوب سمجھدار ہو اُسکو عربی پڑھائیے اور اُسکے اخلاق عادات درست
کیجئے اسمیں تواضع خاکساری پیدا کیجئے اور سب سے بہتر یہ ہے کہ اپنے سے جدا کرکے
کسی بزرگ کے پاس بھیجدیجئے چند روز بھی اگر وہاں رہے گا تو انشاء اللہ تعالےٰ
اسمیں انسانیت آجائیگی اسکے بغیر انسانیت نہیں آتی دیکھئے انگریز اپنے بچوں کو
کتنی تھوڑی عمر سے جُدا کر دیتے ہیں ایک بادشاہ کی حکایت لکھی ہے کہ اسنے اپنے

لڑکے کو ایک مولوی کے سپرد کیا ایک روز دیکھا کہ مولوی صاحب گھوڑے پر سوار ہیں اور
شاہزادہ سائیس کی طرح پیچھے پیچھے چلا جارہا ہے بادشاہ کو یہ دیکھکر سخت ناگوار
ہوا لیکن ضبط کر کے نرمی کے ساتھ مولوی صاحب سے اسکا سبب دریافت کیا مولوی
صاحب نے کہا حضور چند روز میں یہ بادشاہ ہوگا خلقت خدا کی اسکی سواری کے ساتھ
ہوا کریگی اگر یہ اسوقت پیدل نہ دوڑے گا تو اسوقت اسکو کیسے خبر ہوگی کہ پیدل دوڑنے
والوں پر کیا گذر رہی ہے اسلئے میں نے اسکو اپنی سواری کے ساتھ دوڑایا تاکہ یہ اپنی
حالت یاد کر کے دوسروں پر رحم کرے تو یہ برتاؤ باپ نہیں کرسکتا اور استاد کرسکتا ہے
مگر ایسے استاد نہیں جیسے آجکل کے استاد ہیں ظالم اور قصائی جنہیں شفقت نام کو نہیں
میں نے ایک بچہ کو دیکھا چار برس سے زیادہ اسکی عمر نہ ہوگی اور لڑکے اسکو ڈنڈا ڈولی
کئے لارہے ہیں افسوس ہے کہ اکثر بچے انہیں قصائیوں کے قبضہ میں آتے ہیں
اور وہ تباہ و برباد ہوتے ہیں یا تو انکے برتاؤ سے بچہ کی طبیعت کند ہوجاتی ہے یا پڑھنا
چھوڑ بیٹھتے ہیں اور یہ بات تو مشہور ہوگئی ہے کہ حافظجی ہڈی ہماری چمڑہ تمہارا صاحبو استاد
کے لئے ضروری ہے کہ وہ شفقت کے ساتھ اخلاق کی بھی درستی کرے اور اگر وہ ایسا
نہ کرسکے تو وہ استاد بننے کے قابل نہیں تو ایک طرف اخلاق کی درستی ہو ایک طرف تعلیم
ہو پھر دیکھئے کہ یہ شخص کس شان کا نکلتا ہے البتہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر لڑکوں کو
علم دین پڑھایا جائے تو یہ لوگ کھائیں گے کہاں سے تو اول تو امیروں کو یہ سوال ہی
نہ کرنا چاہیئے اور غریبوں کے لئے ساری قوم کو متوجہ ہو کر اسکے لئے ایک بہت بڑی
رقم جمع کرنا چاہیئے کہ انکی خدمت کریں میں نے دیکھا ہے کہ اگر بچپن سے خوشحالی اور
بفکری میں گذرتی ہے تو انکو اول ہی روز سے بے پروائی کی عادت ہوجاتی ہے پھر
بڑے ہو کر حرص لالچ نہیں پیدا ہوتا اور اگر اول ہی سے سوال اور ذلت کی عادت ہو
جیسا آجکل قوم کی بے توجہی سے ہو رہا ہے تو بڑے ہو کر وہی عادت رہیگی پس آجکل جو
اکثر طالبعلموں پر اعتراض کیا جاتا ہے یہ واقع میں اپنے اوپر الزام ہے یہ کیوں نہیں
کیا جاتا کہ قوم طالب علموں کو اپنی اولاد کی طرح رکھے مثلاً جسکے چار بچے ہیں وہ ایک

آجکل کے استادوں میں کیا نقصان ہے

۱۲

طالب علم کو ملا کر پانچ سمجھے اور اس طالب علم کی ہر طرح مدد کیا کرے عالمگیر نے ایسا ہی
کیا تھا ایک بڑی بھاری جماعت طالب علموں کی جو پہلے پریشانی مین تھی آرام اور اطمینان
کے ساتھ علم سے فارغ ہوئی اور اس جماعت نے بڑے بڑے کام کئے لیکن چونکہ
عالمگیر مین رحمدلی کے ساتھ تدبیر بھی تھی اسلئے انھون نے ترکیب یہ کی تھی کہ طالب علمونکو
جو پریشان دیکھا اور خزانہ کو اس خرچ سے بچانا چاہا تو صورت یہ کی کہ دربار کے ایک
امیر سے نماز کے فرض پوچھے تو وہ بالکل کورے تھے عالمگیر نے اسکو بہت ڈانٹا اور
کہا کہ اتنے طالب علم شہر میں ہیں تم سے یہ نہیں ہو سکتا کہ اُن سے تھوڑی دیر کو مسئلے
سکھہ لیا کرو۔ پھر کیا تھا ہر شخص طالب علم کا طلبگار ہو گیا اور اس طرح سب طالب علم
کھانے پینے اور تنخواہ سے بیفکر ہو گئے مگر یہ سب حکومت کی بدولت تھا حکومت عجیب
چیز ہے مگر اب آپس کا اتفاق بھی اس سے زیادہ عجیب کام کر سکتا ہے جب اسکی ضرورت
ثابت ہو چکی ہے تو ضرور اسپر توجہ کرنا چاہیئے یہ تدبیر تو مولوی بنانے کی تھی اب رہے وہ
لوگ جو کہ مولوی نہ ہون انکے لئے دین کی ضروری ضروری باتون کی تعلیم ہونی چاہیئے خواہ
اردو میں ہو یا عربی میں مگر انگریزی پڑھانے سے پہلے ہو کیونکہ تعلیم اول کا اثر زیادہ مدت
تک رہتا ہے یہ مناسب نہیں معلوم ہوتا کہ آنکھ کھولتے ہی انگریزی میں انکو لگا دیا جاتے
تو اول تو قرآن شریف پڑھاؤ اگر پورا نہ ہو تو دس سپارے ہی سہی اور اسکے ساتھ
ہی روزانہ اسکی تلاوت کی بھی پابندی رکھو اور اس کے بعد کچھ کتابین دین کے مسئلون
کی کسی مولوی سے پڑھوا دو چاہے وہ کتابیں اُردو ہی کی ہوں اس کے بعد اگر معاش کی
ضرورت مجبور کرے تو انگریزی بھی پڑھا دو لیکن اسکے ساتھ ہی اگر دین کے خلاف اسمین
کوئی بات پیدا ہو تو فوراً اس کو تنبیہ کرو اور اگر باز نہ آئے تو انگریزی چھڑا دو۔ اب
رہے وہ لوگ جو بالکل ہی ان پڑھ ہیں انکے لئے یہ ترکیب ہے کہ ہر محلہ کی مسجد میں
ہر ہفتہ مین کم سے کم ایک مرتبہ کسی سے مسئلے اور اخلاق کی درستی کی کتابیں پڑھوا کر سنوا دین
اور عورتوں کے لئے یہ کیا جائے کہ جو ان میں سے پڑھ سکیں انکو تو پڑھایا جائے اور

۵؎ لوگونکو اپنی حالت پر شرم کرنا چاہیئے کہ حکیم الامتہ نا امید ہو کر کسقدر رگھٹا گردش ہی بار ونکی رائے دیتے ہیں ۱۲ جامع۔

جو نہ پڑھ سکیں اُن کو اُنکے مرد دینی کتابیں سُنا دیا کریں اور جن عورتوں کے مرد پڑھے نہ ہوں وہ پڑھی ہوئی عورتوں سے سُن لیا کریں اور ساتھ ہی جس مسئلہ کے معلوم کرنے کی ضرورت پڑے مرد تو خود مولویوں سے اسکو دریافت کر لیا کریں اور عورتیں اپنے مردوں کے واسطہ سے پوچھتی رہیں یہ وہ ترکیب ہے کہ اگر اسپر کاربند ہوا جائے تو چند ہی روز میں ساری جہالت کا خاتمہ ہو جائے گا اور تمام قوم میں دین پھیل جائے گا یہ مضمون تو علم کے متعلق تھا اب تیسری چیز عمل ہے اگر وہ نہ ہو تو علم کچھ بھی نہیں اور عمل کی دو قسمیں ہیں ایک قسم اعمال کی تو ظاہر کے متعلق ہے اور ایک باطن کے متعلق۔ اسوقت جو لوگ عمل کرتے بھی ہیں وہ صرف ظاہری اعمال پر متوجہ ہیں اور باطن کی یہ حالت ہے جیسے کافر کی قبر ہوتی ہے کہ اُوپر سے تو بہت سجی ہوئی ہے اور اسکے اندر خدا کا قہر بھرا ہوا ہوتا ہے آخر اسکی کیا وجہ کہ باطن اکثر لوگوں کا درست نہیں باطن کی ایک درستی تو یہ ہے کہ عقیدے درست کر لئے جائیں اسکو تو تھوڑا بہت حاصل بھی کیا جاتا ہے دوسرے اخلاق کی درستی جسکو تصوف کہتے ہیں اسکو بالکل ہی چھوڑ رکھا ہے جسکی دو وجہ ہیں ایک تو دُنیا داروں کی بے رغبتی اُن کو اسکا کچھ شوق ہی نہیں دوسری یہ وجہ ہے جو لوگ اپنے کو صوفی ظاہر کرتے ہیں انھوں نے طرز ایسا اختیار کر لیا جس سے لوگوں کو بے التفاتی ہو گئی یعنی آجکل رسموں کا نام تصوف رکھ چھوڑا ہے حالانکہ تصوف کی حقیقت ہے سنوار لینا ظاہر اور باطن کا۔ ظاہر کا درست کرنا یہ ہے کہ تمام باتیں اور سب کام شریعت کے مواقف ہوں اور باطن کی درستی یہ ہے کہ دل کی حالت درست ہو یعنی اخلاق باطن درست ہوں توکل ہو یعنی خدا پر بھروسہ ہو شکر ہو اور بُری باتوں سے دل کو پاک کر لیا ہو جیسے دُنیا کی محبت وغیرہ یہ ہے تصوف تو اسوقت اکثر لکھے پڑھے بھی صرف ظاہر کو لئے ہوئے ہیں اور جنھوں نے باطن کو لیا انھوں نے ظاہر کو چھوڑ دیا تو گویا آپسمیں بانٹ رکھا ہے کہ جو ظاہر کو لیں وہ باطن کو چھوڑ دیں اور جو باطن کو لیں وہ ظاہر کو چھوڑ دیں اور بعض نے دونوں کو چھوڑ دیا وہ نہ نماز روزہ کریں نہ باطن کو سنواریں بلکہ دولت اور عزت کی محبت میں ڈوبے ہوئے ہیں اور یہ تینوں قسم کے لوگ تصوف سے کوسوں دور ہیں

دین کے تین جزو علم اور عمل کا مفصل بیان

۱۴

غرض تصوف ظاہر و باطن کی اصلاح کا نام ہے نہ کہ آجکل کی رسمون کا۔ یعنی قبر پر کپڑے چڑہانا۔ عُرس کرنا رنگے ہوئے کپڑے پہننا۔ قوالی سُننا انکو تصوف سے کچھ علاقہ نہیں پس یہ آیت علم و عمل کی تمام شاخوں کو شامل ہے اسمیں تبلایا گیا ہے کہ ہمارے نبی آئینگے اور وہ یہ اہتمام کرینگے اَب آپ کو اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ یہ تینوں باتیں کیسی ضروری ہیں دوسرے یہ کہ ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کیسے مہربان تھے کہ آپ نے ایسی باتیں بتلائیں کہ اگر ان کو چھوڑا جائے تو دین اور دُنیا سب بگڑ جائے دین کا بگڑنا تو ظاہر ہے اور دُنیا کا بگڑنا اسلیئے کہ مسلمانوں کے ساتھ خدا کا یہ معاملہ ہے کہ جب یہ دین کو چھوڑتے ہیں تو دنیا بھی ان سے رخصت ہوجاتی ہے دوسرے دُنیا نام ہے راحت و آرام کا اور دین کو چھوڑ کر آرام نصیب نہیں ہوتا تو جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم اتنی بڑی رحمت ہیں تو اَب یہ دیکھیئے کہ آپ نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا حق کیا ادا کیا دیکھو حضور کے تین حق ہیں۔ ایک یہ کہ آپ کے ساتھ محبت ہو دوسرے یہ کہ آپکی عظمت دل میں ہو۔ تیسرے یہ کہ حضور کی پیروی کرے یعنی آپکے قدم بقدم چلے اسوقت بعض نے عظمت کو تو لیا مگر محبت اور پیروی دونوں کو بالکل چھوڑ دیا بعض نے پیروی کی مگر محبت اور عظمت کو چھوڑ دیا اور بعض نے محبت و عظمت دونوں کو لیا مگر پیروی چھوڑ دی۔ میں نے اس مضمون کو القاسم مین لکھدیا ہے یہ ایک ماہواری رسالہ ہے۔ جو کہ بہت ہی مفید ہے میں یہ بھی رائے دیتا ہون کہ لوگ اسکو خریدیں اسمیں اختلافی مسئلے نہیں ہیں بلکہ ایسی اصلاح کی باتیں ہیں جنپر سب کا اتفاق ہے بہر حال یہ حق ہیں حضورؐ کے اور حضورؐ اللہ تعالےٰ کی بڑی نعمت ہیں اور نعمت کی قدر یہ ہے کہ اُسکے حق ادا کریں جنکا ابھی ذکر ہوا اَب میں ختم کرتا ہون اور خدا سے دعا کرتا ہون کہ ہم سب کو نیک توفیق عطا فرماویں آمین

تمت

سلسلہ التسہیل المواعظ کا پندرہواں وعظ مسمےٰ بہ عمل دین کی ضرورت ختم ہوا

اَب سولہواں وعظ انشاء اللہ تعالےٰ ربیع الاول سے شروع ہوگا۔

المصالح العقلیہ للاحکام النقلیہ یعنی اسلامی احکام کی عقلی حکمتیں

افسوس ہے کہ خدا تعالےٰ کے احکام بجالانے اور امر ونہی پر عمل کرنے میں ہزاروں حیلے تراشے جاتے اور علتیں دریافت کیجاتی ہیں خصوصاً آجکل نئی تعلیم کے اثر سے علت طلبی کی علت اور بھی زیادہ ہوگئی ہے اور اکثر جدید تعلیمیافتہ تحقیق اسباب وعلل کو آڑ بناکر عمل سے بے پرواہ ہوگئے ہیں. مگر خدائے تعالےٰ جزائے خیر عطا فرمائے حضرت حکیم الامتہ مجدد الملتہ مولانا شاہ محمد اشرفعلی صاحب تھانوی کو کہ المصالح العقلیہ اردو زبان میں تالیف فرماکر آزادان ہند کے لئے رموز واسرار شرعیہ کا ایسا بیش بہا ذخیرہ جمع فرمادیا ہے جو ایک حق طلب وحق پسند کیلئے ہدایت کا معقول ذریعہ ہوسکتا ہے. ورنہ خود پسند ونفس پرست کے لئے تو دفتر بھی کافی نہیں قیمت حصہ اول نو آنے. حصہ دوم بارہ آنے - (۱۲/)

الہادی

١٦

دینیات کا ماہواری رسالہ جسمیں شریعت وطریقت کے متعلق جامع شریعت وطریقت واقف اسرار حقیقت حضرت حکیم الامتہ مولانا شاہ محمد اشرفعلی صاحب تھانوی مدظلہم العالی کے علوم عقلیہ ونقلیہ کا بیش بہا ذخیرہ ہوتا ہے جو ہر طبقہ کو نہایت مفید ہے جمادی الاول ۱۳۴۳ھ سے جاری ہوا ہے جسکی سالانہ قیمت دو روپے آٹھ آنے ہے اور بصورت وی. پی دو روپے بارہ کا پڑتا ہے ❊

قصہ معراج اور معتبر واقعات

انقلاب زمانہ اور دور حاضرہ کے افراط وتفریط سے جہاں اور دینی امور تختہ مشق بنگئے ہیں معراج شریف کے واقعات بھی اس سے خالی نہیں رہے. آخر اس ابتری وبے عنوانی کو دیکھتے ہوئے حضرت علامہ تھانوی نے شب معراج کے عجیب وغریب واقعات اور بیشمار معجزات کو افراط وتفریط سے علیحدہ ہوکر

تنویر السراج فی لیلۃ المعراج

میں نہایت صحیح اور مستند روایتوں سے بیان فرمائے ہیں. جن کو دیکھکر دل میں شگفتگی اور ایمان میں تازگی پیدا ہوتی ہے. قیمت دس آنے (۱۰/) خریداران الہادی کے واسطے آٹھ آنے (۸/)

المشتہر

محمد عثمان مالک کتبخانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی

اسمین بھی یہی ہونا چاہیئے کہ ایک روز توڑ پھوڑ کر سب کو جدا جدا کر دیں یہانتک کہ نیکوں کو اُنکے ٹھکانے میں اور بدوں کو انکے جیلخانہ میں پہنچا دین سو اس اپنے موقع میں پہنچ جانے کا نام جزا و سزا او یوم القیامت ہے۔

اور سنئیے مجموعہ عالم کو دیکھئے تو ایسا ہے جیسے آدمی یا کسی جانور کا جسم جیسے چشم و گوش و دست و پا وغیرہ اعضا جدا جدا کام کے ہیں ایسے ہی اس مجموعہ عالم مین زمین و آسمان وغیرہ ارکان جدا جدا مصرف کے ہین جیسے اس جسم خاکی میں عناصر اربعہ کی جدا جدا خاصیت ہے ایسے ہی اس عالم ناپایدار میں علویات اور سفلیات کی جدا جدا طبیعت اور خواہشات نفسانی کی جدا جدا تاثیر ہے جسم خاکی میں اگر کسی خلط کے غلبہ کے باعث مزاج اصلی میں تغیر آجاتا ہے تو اسکا نام مرض ہوتا ہے اور اسکی وجہ سے اگر روح کو مفارقت جسم سے کرنی پڑے تو اس کا نام موت ہے۔

ایسے ہی اس عالم ناپائدار میں کسی رکن یا خواہش کے غلبہ کے باعث اگر ترکیب اصلی میں فرق آجائے اور کوئی کیفیت تازہ ظہور مین آئے تو اسکا نام علامت قیامت ہے اور اسکی وجہ سے اس روح اعظم کو جو بمقابلہ روح انسانی اس مجموعہ کے لئے ہونا چاہیئے چنانچہ نظام عالم اور اسکے حسن انتظام سے ظاہر ہے۔ اس مجموعہ سے اگر مفارقت کا اتفاق ہو جائے تو اسکا نام قیامت ہے مگر یہ ہے تو جیسے بعد مرگ تفرق اجزا جسم انسانی و حیوانی ضرور ہے یہاں بھی بعد مفارقت مذکورہ تفرق اجزا عالم ضرور چاہیئے سو جیسے بعد تفرق اجزا جسم انسانی ہر جزو کو اپنے اپنے کرہ کے ساتھ اتصال لازم ہے ایسے ہی بعد تفرق اجزاء عالم ہر جزو کو اپنے اپنے طبقہ میں جانا لازم ہے سو نیکوں کا طبقہ جنت میں جانا اور بدون کا طبقہ دوزخ مین جانا وہی جزا و سزا ہے۔

اور سنئیے باورچی سے کھانا پکواتے ہیں اور درزی سے کپڑا سلواتے ہیں جب وہ ختم ہو جاتا ہے تب کہیں اسکو اسکی مزدوری عنایت کرتے ہیں اور وجہ اسکی یہ ہوتی ہے کہ مزدوری اس کام کے عوض دیتے ہیں اگر وہ کام حسب دلخواہ دیکھا تو اسکو اسکی اجرت حوالہ کی ورنہ الٹا تاوان بربادی جامہ و جنس کا اس سے تقاضا کرتے ہیں مگر چونکہ یہ بات بعد ہی میں بن پڑتی ہے اسلئے مزدوری بھی بعد ہی میں ملتی ہے اور اگر وہ کام ایسا ہو کہ ایک آدمی نہیں کر سکتا اور ایک دن میں

نہیں ہو سکتا تو بہت سے آدمی بہت سے دنوں میں اسکو پورا کرتے ہیں تو مزدوری کے وصول
میں اور بھی دیر لگتی ہے بالخصوص جبکہ وہ کام ٹھیکہ پر کرایا جاوے یہ تو مزدوری کا حال تہا اور اگر
انعام وسزا کا قصہ ہو تو پھر تاخیر میں کچھ حرج ہی نہیں کیونکہ حق غیر کا نہ دینا ظلم ہے اور حق غیر
معاملات میں بیع اور اجارہ کی صورت میں اپنے ذمہ ثابت ہوتا ہے انعام اور سزا میں اپنے
ذمہ کوئی بات ثابت نہیں ہوتی جو تاخیر میں ظلم کا احتمال ہو باقی یہ بات خود عیاں ہے کہ جیسے
ادائے حق غیر میں تاخیر بری ہے اپنے حق کے وصول میں تاخیر عمدہ ہے اسلئے اپنے حقوق
کی سزا میں تو تاخیر بری ہو ہی نہیں سکتی رہا انعام وہ کوئی حق واجب نہیں ہوتا جو اسکی تاخیر بری
ہو ہاں حقوق العباد کے دلوانے میں شاید تاخیر بری معلوم ہو اسکا جواب یہ ہے کہ حکام دنیا
کو جو کچھ خدا کیطرف سے عدل وانصاف کی تاکید ہے اسپر سب اہل مذہب اور تمام اہل حق شاہد ہیں دنیا میں جو کچھ وصول ہو سکے
اسکے دلانے میں تو خدا کیطرف سے تعجیل ضرور ہی ہو چکی باین ہمہ آخرت کا قصہ جدا رہا مگر چونکہ خدا بندوں کے حق میں فقط
حاکم ہی نہیں والدین سے زیادہ شفیق اور مہربان ہے تو اگر انکے وقت ضرورت کیلئے انکے حقوق کو رہنے دے تو اسوقت لیکر
ان کے حوالے کر دے تو اس سے بہتر ہے کہ قبل وقت ضرورت اسکو کھو بیٹھیں سو وقت کمال ضرورت
تو وہی وقت ہے جبکہ عالم اسباب سراسر خراب اور برباد ہو جائے کوئی حیلہ و وسیلہ اور سبب
اور ذریعہ کمائی کا باقی نہ رہے اسوقت کو ہم قیامت کہتے ہیں اسوقت نہ کوئی حیلہ ہو گا نہ کوئی
سامان فقط خدا کی رحمت یا ظاہر میں اپنے حقوق ہونگے ۔

اور سنئے نشو و نما اگر کار قوت نامیہ ہے تو تصویر یعنی مناسب حال نامیات صورت
وشکل کا بنا دینا قوت مصورہ کا کام ہے مگر چونکہ غذا کا انجام ایک صورت ہوتی ہے تو یوں
معلوم ہوتا ہے کہ قوت مصورہ منجملہ خدام قوت نامیہ ہے جیسے حیوانات میں قوت نامیہ منجملہ
خدام حیات ہے ادھر عالم کو دیکھا تو فانی صورت سے نہیں اور جس صورت کو دیکھا وہ
ایک وصف اور ایک معنے کو آغوش میں لئے ہوتے ہے جس سے معلوم ہوا کہ ہر وصف
اور ہر معنی ایک صورت قابل ظہور عالم شہادت جسے عالم محسوسات کہیئے رکھتا ہے چنانچہ
خاک کو دیکھا وہ حقیقت میں صورت یبوست ہے اور پانی کو دیکھا تو وہ صورت رطوبت ہی
اور آتش کو دیکھا تو وہ صورت حرارت ہے اور آدمی کی شکل کو دیکھا تو وہ صورت معانی

مجتمعہ ہے اسلیئے اسمیں بھی بہت سی صورتوں سے ترکیب ہے یعنی روح انسانی مثلاً قوت باصرہ قوت سامعہ وغیرہ قویٰ کے مجموعہ کا نام ہے اور یہ سب اوصاف اور معانی ہیں انکے مقابل میں جو شکل عطا ہوئی تو بہت سے اعضا مختلفہ کی ترکیب کے بعد پیدا ہوئی ہے جسکا حاصل وہ صورت مرکبہ ہے مگر پھر دیکھا تو وہ معانی اور اوصاف جو معانی اور اوصاف متشکلہ کے بعد متحقق ہوتے ہیں ہنوز مرتبہ ظہور تک نہیں پہونچے اور خلعت صورت ہنوز انکو عطا نہیں ہوا اسلیئے بحکم قوت نامیہ عالم یہ ضرور ہے کہ جیسے کبوتر و مرغ وغیرہ طیور کی مجامعت اور شہوت سے جو منجملہ معانی اور اوصاف ہیں بیضہ پیدا ہوتا ہے اور پھر اس بیضہ سے بچہ پیدا ہوتا ہے اور انجام کار کہاں سے کہاں نوبت پہونچتی ہے اور یہ سب نشو و نما اور تصویر یعنی قوت نامیہ مصورہ کی کارپردازی ہوتی ہے ایسے ہی وہ معانی غیر متشکلہ ظہور میں آئیں اور صورت دکھلائیں کیونکہ یہ یقینی ہے کہ یہ عالم بالضرور اصل قوت نامیہ کی کارپردازی کا ظہور ہے اسلیئے کہ قوت مصورہ بالضرور منجملہ خدام قوت نامیہ ہے سو حیوانات اور نباتات میں اگر کچھ قوت نامیہ کا ظہور ہے تو وہ ایسا ہے جیسا نور آفتاب زمینوں اور ذروں اور روشن دانوں میں ظہور کرتا ہے غرض جیسے یہاں جو کچھ ہے وہ اس اصل کا پرتو ہے جسکو آفتاب کہئے ایسے ہی عالم میں جہاں کہیں قوت نامیہ ہے وہ اس اصل کا ظہور ہے جسکو قوت نامیہ عالم کہئے مگر جب بعض معانی اور اوصاف کو دیکھا کہ ہنوز متشکل نہیں ہوئے چنانچہ تمام افعال اختیاری اور انکی بھلائی اور برائی وغیرہ کو ہنوز یہ خلعت عطا نہیں ہوا تو یوں معلوم ہوا کہ ہنوز یہ عالم مثل بیضہ کبوتر ہے تفصیل اسکی یوں ہے کہ بیضہ اگرچہ خود شہوت طرفین اور مجامعت فریقین کی ایک صورت ہے اور وہ منجملہ معانی اوصاف ہے مگر اسکے اندر جو مکنونہ معانی ہیں انکو ہنوز صورت نہیں ملی سو جب بیضہ کا بچہ بن گیا تو یہ معلوم ہوا کہ ہمیں کسقدر قوتیں مکنون تھیں جنکا ظہور اب ہوا ہے ورنہ پہلے سے اتنا تو جانتے تھے کہ یہ بیضہ دونوں نر و مادہ کی تمام قوتوں کا اجمال ہے اسلیئے وقت تفصیل یہ ضروری ہے کہ حاصل ترکیب و حاصل اجتماع جملہ قوائے طرفین کے موافق اسکو صورت عنایت ہو مگر جو قصہ یہاں ہے وہی قصہ بہ نسبت عالم اجسام نظر آتا ہے یہ قوت عملیہ عالم بالا کا اجمال ہے یہی وجہ ہے کہ ہنوز تمام معانی کو صورتیں نہیں ملیں الحاصل علم خداوندی اور تمام سامان قدرت

۷۵

خداوندی کا اس عالم کو اجمال کہئے اور کیونکر نہ کہئے تفصیل ہوتی تو تمام معانی متشکل ہوتے یہ ضرور ہے کہ جیسے بزور قوت نامیہ و قوت مصورہ مادہ بیضوی کی صورت منقلب ہوکر صورت بیضہ پاش پاش ہوجاتی ہے ایسا ہی بزور قوت نامیہ و قوت مصورہ یہ شکل عالم پاش پاش ہوکر مادہ عالم کو اور شکل عطا ہو۔

اور سنئے حکام دنیا کا یہ دستور ہے کہ جب شہر یا قصبہ والے باغی ہوجاتے ہیں اور راہ پر نہیں آتے تو انکو سزائے سخت پہونچاتے ہیں یعنی انکو قتل کرتے ہیں یا دائم الحبس کرتے ہیں اور اس شہر کو جلا پھونک کر خاک سیاہ کردیتے ہیں اور عمارات کو توڑ پھوڑ مسمار کرکے انیٹ سے انیٹ بجادیتے ہیں اور وجہ اسکی یہ ہوتی ہے کہ جرم بغاوت سے بڑھکر کوئی جرم نہیں اسکے مناسب یہی ہے کہ وہ سزا دیجائے جس سے بڑھکر کوئی سزا نہ ہو مگر غور سے دیکھا تو بنی آدم رعیت خداوندی اور یہ زمین و آسمان انکے رہنے کا سکان کیونکہ انہیں کے لئے بنایا گیا ہے پھر انکا یہ حال کہ بالاتفاق تمام عالم میں تمرد اور سرکشی روز افزوں ہے اگر راہ پر چند روز کے لئے آگئے تو وہ ایسا ہے جیسا چراغ مردہ سنبھالا لے لیتا ہے اسلئے یوں یقین ہی کہ ایک نہ ایک روز یہ بغاوت عالمگیر ہوجائے اور کیوں نہ ہو بنائے بغاوت خواہش پر ہے اور وہ طبعی ہے اور بنائے اطاعت خواہش کی مخالفت پر ہے اور وہ عارضی ہے یہی وجہ ہوئی کہ ہمیشہ اطاعت کے لئے کتابیں اور پیغمبر بھیجے گئے ثواب و عذاب کے وعدے کئے گئے تمرد اور سرکشی کے لئے ان میں سے کچھ نہیں ہوا اسلئے یہ ضرور ہے کہ ایک روز کفر عالم میں چھاجائے اور تمام عالم باغی ہوجائے اسوقت بمقتضائے قہاری خداوندی یہ ضرور ہی کہ اس عالم کو توڑ پھوڑ کر برابر کردیں اور تمام بنی آدم کو گرفتار کرکے انکو انکی شان کے مناسب جزا و سزا دیں۔ قاسم نانا توی

حقیقت مکافات اعمال یعنی انسان کو نیکی پر اجر و ثواب اور بدی کرنے پر عذاب ملنے کی وجہ

(۱) انسان کے لئے دو جاذب موجود ہیں یعنی کھینچنے والے ایک جاذب خیر ہے

جو نیکی کی طرف اسکو کھینچتا ہے دوسرا جاذب شر ہے جو بدی کی طرف کھینچتا ہے جیسا کہ یہ امر مشہود اور محسوس ہے کہ بسا اوقات انسان کے دل میں بدی کے خیالات پڑتے ہیں اور اسوقت وہ ایسا بدی کی طرف مائل ہوتا ہے کہ گویا کوئی اسکو بدی کی طرف کھینچ رہا ہے پھر بعض اوقات نیکی کے خیالات اسکے دل میں پڑتے ہیں اور اسوقت وہ ایسا نیکی کی طرف مائل ہوتا ہے کہ گویا نیکی کی طرف کوئی کھینچ رہا ہے اور بسا اوقات ایک شخص بدی کرکے پھر نیکی کی طرف مائل ہوتا ہے اور نہایت شرمندہ ہوتا ہے کہ میں نے بُرا کام کیوں کیا اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص کسیکو گالیاں دیتا ہے اور مارتا ہے اور پھر نادم ہوتا ہے اور دل میں کہتا ہے کہ یہ کام میں نے بہت بیجا کیا اور اس سے کوئی نیک سلوک کرتا ہے یا معافی چاہتا ہے یہ دونوں قسم کی قوتیں ہر ایک انسان میں پائی جاتی ہیں اور شریعت اسلام نے نیکی کی قوت کو ملک اور بدی کی قوت کو شیطان سے موسوم کیا ہے اور جو نیکی کا القار کرتا ہے اسکا نام فرشتہ رکھا ہے۔ اور جو بدی کا القار کرتا ہے اسکا نام شیطان اور ابلیس قرار دیا ہے۔

یہ دونوں قوتیں انسان میں موجود ہیں اور ان دونوں کی حالتوں سے تم انکار نہیں کرسکتے اور انکے پیدا کرنے میں خدا تعالےٰ کی حکمت یہ ہے کہ تا انسان اپنے نیک اعمال سے اجر پانے کا مستحق ٹھیر سکے کیونکہ اگر انسان کی فطرت ایسی واقع ہوتی کہ وہ بہرحال نیک کام کرنے کے لئے مجبور ہوتا اور بدکام کرنے سے طبعًا متنفر ہوتا تو پھر اس حالت میں نیک کام کا ایک ذرہ بھی اسکو ثواب نہ ہوتا کیونکہ وہ اسکی فطرت کا خاصہ ہوتا لیکن اس حالت میں کہ اسکی فطرت دو کششوں کے درمیان ہے اور وہ نیکی کی کشش کی اطاعت کرتا ہے اسکو اس عمل کا ثواب ملجاتا ہے اور یہی حال بدی کے بدلہ ملنے کا ہے یعنی جس قوت کا مطیع ہوتا ہے اسکے مطابق بدلہ پاتا ہے ان کان خیرا فجزائہ خیر وان کان شرا فجزائہ شر۔

(۲) انسان کی عملی اور اعتقادی غلطیاں ہی در اصل عذاب کی جڑ ہیں اور وہی درحقیقت خدا تعالےٰ کے غضب سے آگ کی صورت پر متشکل ہوجائیگی (مگر چونکہ حق تعالےٰ کو ہر ایک کا انجام معلوم ہے اسلئے اسنے پہلے سے سب سامان مہیا کر رکھا ہے) اور جسطرح پتھر پر سخت ضرب لگنے سے آگ نکلتی ہے اسیطرح غضب الہیٰ کی ضرب انہیں بد اعتقادیوں اور بدعملیوں

سے آگ کے شعلے نکالیگی اور وہی آگ بد اعتقادوں اور بدکاروں کو کھا جائیگی جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ بجلی کی آگ کے ساتھ خود انسان کی اندرونی آگ شامل ہو جاتی ہے تب دونوں ملکر اسکو بھسم کر دیتی ہیں اسیطرح پر غضب الٰہی کی آگ بد اعتقادی اور بدعملی کی آگ سے بھڑکتی ہے سو جو لوگ ایسے طور کی زندگی بسر کرتے ہیں کہ نہ تو سچی خداشناسی کی وجہ سے انکے اعتقاد درست ہیں اور نہ وہ بداعمالیوں سے باز رہتے ہیں بلکہ ایک جھوٹے خیال پر بھروسہ کر کے دلیری سے گناہ کرتے ہیں ان کو علم ہی نہیں کہ در اصل ہر انسان کے اندر دوزخ کا شعلہ اور اندر ہی نجات کا چشمہ ہے دوزخ کا چشمہ فرو ہو جانے سے خود نجات کا چشمہ جوش مارتا ہے۔ لیکن یہ علوم حاصل نہیں ہو سکتے جبتک انسان حقیقی طور پر اسلام میں داخل نہ ہو اور اسکے پاک علم سے فیض نہ اٹھاوے جو کہ ان آسمانی علوم کو لیکر آیا ہے۔

(۲) جزا و سزاے انسانی کی یہ وجہ بیان کی گئی ہے کہ صورت نوعیہ کا اقتضا ہے جیسا کہ چارپائے جب گھاس چرتے ہیں اور درندے جب گوشت کھاتے ہیں تو انکا مزاج صحیح و سالم رہتا ہے اور جب چارپائے گھاس کے بجائے گوشت کا استعمال کرتے اور درندے بجائے گوشت کے گھاس کھاتے ہیں تو انکا اصلی مزاج بگڑ جاتا ہے یہی حال آدمی کا ہے جب وہ ایسے اعمال کرتا ہے کہ جنکی روح میں بارگاہ حق تعالےٰ میں فروتنی اور نیازمندی کا اثر ہوتا ہے تو اس انسان میں پاکیزگی اور فیاضی و عدالت کے آثار پیدا ہوتے ہیں اور اسکا ملکی و روحانی مزاج درست رہتا ہے اور جب ایسے کام کرتا ہے کہ جنکی روح ان امور کے برخلاف ہوتی ہے تو اسکی ملکی حالت بگڑ جاتی ہے اور جب وہ اس جہان سے انتقال کرتا ہے تو اسی حالت کے موافق اس سے معاملہ ہوتا ہے۔

۷۸

حقیقت بہشت و دوزخ

اسمیں کلام نہیں کہ ہر قسم کی چیزوں کا لذت دار ہوں یا بے لذت ہوں لذت اور تکلیف دونوں ہی سے خمیر ہے تو اس صورت میں انکے اجزاء کا شیرازہ بھی جدا جدا کر کے اپنی اپنی جگہ پہنچا دینگے مگر یہ تقسیم رنج و راحت بھی اسی تقسیم نیکی و بدی میں داخل ہے کیونکہ لذت

بھلائی کے اقسام میں سے ہے اور رنج برائی کی تو انکی اصل کے بھی دو مقام ہونگے جنکو بہشت و دوزخ کیکے تعبیر کیا ہے اسلئے یوں سمجھ میں آتا ہے کہ دنیا کی ہر قسم کی لذتیں اگرچہ عورتوں سے صحبت کرنا ہی کیوں نہ ہو بہشت میں پائی جائیں ہاں زیادہ ہو تو کچھ عجب نہیں اور علے ہذا القیاس دوزخ میں دنیا کی ہر قسم کی تکلیفیں موجود ہوں البتہ اگر ان سے زیادہ بھی ہوں تو کچھ دور نہیں دو سکر وہاں کی لذتیں اور تکلیفیں گو یہاں کی لذتوں اور کلفتوں کے ہمرنگ ہوں پھر یہاں کی لذتوں اور کلفتونکو وہاں کی لذتوں اور کلفتوں سے کچھ نسبت نہوگی کیونکہ یہاں کی لذتین نہ خالص لذتیں ہیں نہ یہاں کی تکلیفیں خالص تکلیفیں ہیں اور اس تقرر سے یوں ثابت ہوتا ہے کہ وہان کی لذتیں اور تکلیفیں خالص لذتیں اور خالص تکلیفیں ہوں بہرحال بہشت و دوزخ جن جن مکانوں کو کہتے ہیں انکا ہونا بجا و درست ہے۔

جواب اس سوال کا کہ دوزخ و بہشت کا مقام کہان ہے

یہ سوال ازروئے عقل قابل استماع نہیں موجود ہونے کے لئے یہ لازم نہیں کہ ہم کو معلوم ہی ہو اگرے عود اس زمین میں ہزارہا مقامات اور اشیاء ایسی ہیں کہ ہم کو معلوم نہیں بس اگر زمین و آسمان کے اندر ہو اور ہم کو معلوم نہ ہو تو کیا محال ہے اور اگر زمین و آسمان کے باہر ہو تو کیا ممتنع ہے عقلاً تو دونوں امر ممکن تھے مگر نصوص سے باہر ہونا ثابت ہوتا ہے۔

جواب اس سوال کا کہ آیا نعمات جنت دُنیاوی نعمتون کی طرح ہونگے

اس سوال کے جواب مین خدا تعالےٰ کا کلام پاک یوں وارد ہے فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین۔ **ترجمہ** یعنی کوئی نفس نیکی کرنے والا نہیں جانتا کہ وہ کیا کیا نعمتیں ہیں جو اسکے لئے مخفی ہیں اور ان نعمتون کے بارے میں حدیث نبوی میں یہ بھی لکھا ہے اعددت لعبادہ الصالحین مالا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علے قلب بشر۔ یعنی نیک بندوں

کے لئے میں نے وہ نعمتیں آخرت میں تیار کی ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں اور نہ کسی کان نے سُنیں اور نہ کسی دل پر اسکا خیال گذرا۔

یہ تو ظاہر ہے کہ دُنیا کی نعمتیں ہم پر مخفی نہیں اور دودھ اور انار اور انگور وغیرہ کو ہم جانتے ہیں اور ہمیشہ یہ چیزیں کھاتے ہیں سو اس سے معلوم ہوا کہ وہ چیزیں اور ہیں اور ان کو ان چیزوں سے صرف نام کا اشتراک ہے پس جس نے بہشت کو دُنیا کی چیزوں کا مجموعہ سمجھا اس نے قرآن شریف کا ایک حرف بھی نہیں سمجھا چنانچہ آیت اوّل کی شرح میں ہمارے سیدنا و مولانا نبی صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بہشت اور اسکی نعمتیں وہ چیزیں ہیں جو نہ کبھی کسی آنکھ نے دیکھیں اور نہ کسی کان نے سُنیں اور نہ دلوں میں گذریں حالانکہ ہم دُنیا کی نعمتوں کو آنکھوں سے بھی دیکھتے ہیں اور کانوں سے بھی سُنتے ہیں اور دل میں بھی وہ نعمتیں گذرتی ہیں پس جبکہ خدا تعالےٰ اور اسکا رسول ان چیزوں کو ایک نرالی چیزیں بتلاتا ہوں تو ہم قرآن سے دُور جا پڑتے ہیں اگر یہ گمان کریں کہ بہشت میں بھی دُنیا ہی کا دودھ ہوگا جو گایوں اور بھینسوں سے دوہا جاتا ہے گویا دودھ دینے والے جانوروں کے وہاں ریوڑ کے ریوڑ موجود ہونگے اور درختوں پر شہد کی مکھیوں نے بہت سے چھتے لگائے ہونگے اور فرشتے تلاش کرکے وہ شہد نکالیں گے اور نہروں میں ڈالیں گے کیا ایسے خیالات اس تعلیم سے کچھ مناسبت رکھتے ہیں جسمیں یہ آتیں موجود ہیں کہ دُنیا نے ان چیزوں کو کبھی نہیں دیکھا۔

۸۰

قیامت میں ہاتھ پاؤں کے بولنے سے دفع تعجب

اس نئے آلہ گراموفون کا ایجاد ہونا اس استبعاد کے دفع کے لئے کافی ہے۔

التماس یہانتک لکھنے کے بعد بعض متفرق تحریرات مختلف مضامین پر پہلے سے اپنے پاس رکھی یاد آئیں جنمیں خاص خاص امور پر عقلی گفتگو کی گئی ہے تو ان تحریرات کو بھی بطور ضمائم اس مجموعہ کا جزو بنا دینا مناسب معلوم ہوا۔

(باقی آئندہ)

اے عجب چشمے کہ می بیند این سیاہ — عالمے پر آفتاب چاشتگاہ

یعنی بہت تعجب کی بات ہے کہ یہ سیاہ کسطرح ایک عالم پر آفتاب چاشتگاہ کو دیکھتی نہیں۔
عالم پر آفتاب سے مراد نبوت ہے۔ مطلب یہ کہ دیکھو نبوت کا عالم پر آفتاب اسقدر چمک رہا ہے
مگر تعجب ہے کہ ان لوگوں کو دکھائی نہیں دیتا حالانکہ۔

چشم باز و گوش باز و این ذکا — خیرہ ام در چشم بندی خدا

یعنی آنکھ کھلی ہوئی کان کھلے ہوئے اور یہ ذکاوت۔ تو میں حق تعالےٰ کی اس چشم بندی میں متحیر
ہوں مطلب یہ کہ دیکھو آنکھ اور کان سب کھلے ہوئے اور اسقدر عاقل اور ذکی ہیں مگر دیکھو تو
حق تعالےٰ نے چشم بصیرت کو کس طرح بند کر دیا ہے کہ دکھائی ہی نہیں دیتا۔

من ز ایشان خیرہ ایشان ہم ز من — از بہارے خار ایشان من سمن

۱۶۹

یعنی میں ان سے حیران ہوں اور وہ مجھ سے بھی حیران ہیں ایک ہی بہار سے ہیں وہ خار ہیں میں سمن
ہوں مطلب یہ کہ میں تو ان سے حیرت میں ہوں کہ وہ آفتاب نبوت کو کیوں نہیں دیکھتے اور وہ
اس وجہ سے متحیر ہیں کہ میں ایسی باتیں کیوں کرتا ہوں۔ حالانکہ دونوں ایک بہار سے ہیں مگر وہ
خار ہو گئے ہیں اور میں چنبیلی ہوں۔

پیش شان بردم بسے جام رحیق — سنگ شد آبش بہ پیش آن فریق

یعنی میں اُنکے آگے بہت مرتبہ جام شراب لیگیا مگر وہ اس فریق کے سامنے پتھر بنگیا یعنی جب اُنکے
پاس ہدایت کا جام لے گیا انھوں نے اسکو قبول نہ کیا تو وہ اُنکے اعتبار سے جام ضلالت ہو گیا۔

دستہ گل بستم و بردم بہ پیش — ہر گلے چون خار گشت و نوش نیش

یعنی ایک گلدستہ لگا کر اُنکے سامنے لیگیا تو ہر پھول تو خار ہو گیا اور ہر نوش نیش ہو گیا۔ مطلب یہ کہ

اُنکے حق میں سب مضر ہوا اسلئے کہ اُس سے اُنکا عناد اور زیادہ ہی ہوتا چلا گیا۔ کمی نہ ہوئی اسلئے کہ

آن نصیب جان بے خویشان بود	چونکہ با خویشند پیدا کے شود
خفتۂ بیدار باید پیش ما	تا بہ بیدارے بہ بیند خوابہا
دشمن این خواب خوش شد فکر خلق	تا نخسپد فکرتش بستہ است خلق
۱۷۰ حیرتے باید کہ روبد فکر را	خوردہ حیرت فکر راؤ ذکر را
ہر کہ کامل تر بود او در ہنر	او بصورت پس بمعنی پیشتر
راجعون گفت و رجوع اینسان بود	کہ گلہ واگردد و خانہ رود
چونکہ گلہ باز گردد از ورود	پس فتد آن بز کہ پیش آہنگ بود
پیش افتد آن بز لنگ پسین	اضحک الرجعے وجوہ العابسین
از گزافہ کے شدند این قوم لنگ	فخر را دادند و بخریدند ننگ

پاشکستہ مے روند ایشان بحج — از حرج راہیست پنہان تا فرج

دل ز دانشہا بشستند این فریق — زانکہ این دانش نداند آن طریق

دانشے باید کہ اصلش زان سرست — زانکہ ہر فرعے باصلش رہبرست

ہر پرے بر عرض دریا کے پرد — تا لدن علم لدنے مے برد

پس چرا علمے بیاموزے بمرد — کش بباید سینہ را زان پاک کرد

پس مجو پیشی ازین سر لنگ باش — وقت واگشتن تو پیش آہنگ باش

آخرون السابقون باش ای حریف — بر شجر سابق بود میوہ لطیف

گرچہ میوہ آخر آید در وجود — اوّل ست او زانکہ او مقصود بود

چون ملائک گوے لا علم لنا — تا بگیرد دست تو علمتنا

گر درین مکتب ندانے تو ہجے — ہمچو احمد پرے از نور حجے

گر نباشی نامدار اندر بلاد — گم نہ واللہ اعلم بالعباد

اندرین ویرانہ کین معروف نیست ‏— ازبراے حفظ گنجینہ زریست

موضع معروف کے بنہند گنج ‏— زین قبل آمد فرج در زیر رنج

خاطر آرد بس شکال اینجا ولیک ‏— بگسلد اشکال را استور نیک

دست عشقش آتشے اشکال سوز ‏— ہر خیالے را بروبد نور روز

ہم ازآنسو جو جواب ای مرتضی ‏— کاین سوال آمد ازآنسو مرترا

۱۷۲ گوشۂ بے گوشۂ دل شہرہی ست ‏— تاب لاشرقی ولاغرب از مہی ست

تو ازینسو وازانسو چون گدا ‏— اے کہ معنی چہ مے جوے صدا

ہم ازانسو جو کہ وقت درد تو ‏— مے شوی در ذکر یاربے دوتو

وقت مرگ و درد آنسو می خمے ‏— چونکہ دردت رفت چونے اعجمے

وقت محنت گشتہ اللہ گو ‏— چونکہ محنت رفت گوئی راہ کو

درزمان درد وغم یادش کنے ‏— چون شدے خوش باز بر غفلت تنے

این ازان آمد کہ حق را بیگمان — ہر کہ بشناسد بود دائم بر آن

آنکہ در عقل و گمان ہستش حجیب — گاہ پوشیدہ ست او گہ بدریدہ جیب

عقل جزوے گاہ خیرہ گہ نگون — عقل کلی ایمن از ریب المنون

عقل بفروش و ہنر حیرت بخر — رو بخواری نے بخارا اے پسر

تا بخارا اے دگر یابی درون — ساکنان محفلش لا یفقہون

۱۷۳

اب مولانا فرماتے ہیں کہ انکے لئے ایسا ہی ہونا چاہیئے تھا جیسا ہوا۔ اسلئے کہ ادراک حقائق علے ما ہی علیہ اُنکا حصہ ہے جو اپنے کو فنا کر چکے ہیں جبکہ وہ خودی میں منہمک ہیں تو انکو حقائق کا کیونکر ادراک ہوسکتا تھا۔ ہمارے نزدیک تو بیداری میں خواب دیکھنے اور جاگتے ہوئے امور غیبیہ کا مشاہدہ کرنے کے لئے ضرورت ہے کہ آدمی مخلوق سے بے خبر اور خالق سے باخبر ہو جب وہ ایسا کرے گا اُسوقت وہ امور غیبیہ کا مشاہدہ کرسکتا ہے بات یہ ہے کہ مخلوق کے افکار لایعنی اس عمدہ خواب کے دیکھنے کے دشمن اور امور غیبیہ کا مشاہدہ کرنے سے مانع ہیں پس اگر امور غیبیہ کے مشاہدہ کی ضرورت ہے تو سور ہنا چاہیئے یعنی دنیا سے غافل ہو جانا چاہیئے ورنہ جبتک سو ؤ گے نہیں اسوقت تک افکار بیہودہ حلق کو روکے رہینگے اور غذائے روحانی علوم و معارف کو حلق سے نہ اترنے دینگے شاید تم یہ سوال کرو کہ سونے اور دنیا سے غافل ہونے کی کیا ضرورت ہے لہذا اسکا جواب سُنو تم وہ حالت پیدا کرو جو تواتر تجلیات سے پیدا ہوتی ہے جسکو حیرت کہتے ہیں یہ حالت تمام افکار کو مٹا دیگی کیونکہ حیرت کا قاعدہ ہے کہ اسکے ہوتے ہوئے نہ ماسوے اللہ کا خیال آتا ہے نہ اسکا ذکر اسلئے کہ وہ سب ذکر و فکر کو.

کھا جاتی ہے (اب رہی یہ بات کہ یہ حالت کیونکر پیدا ہو سو اسکا طریق شیخ کامل سے معلوم ہو سکتا ہے اور اس طریق پر عمل کرنے سے بشرط استعداد وہ حالت پیدا ہو جائیگی) یاد رکھو کہ جو شخص دنیاوی معاملات سے زیادہ غافل اور ان میں جد و جہد کرنے سے زیادہ کاہل ہو گا وہ ظاہر میں تو اوروں سے پیچھے ہو گا مگر حقیقت میں اُن سے آگے ہو گا دلیل اسکی یہ ہے کہ حق سُبحانہ نے فرمایا ہے الی اللہ مرجعکم نیز اس سے ہمکو انا للہ وانا الیہ راجعون تعلیم فرمایا ہے اور لوٹنے کی ایسی مثال سمجھو جیسا کہ گلہ بکریوں کا جا رہا ہو اور ہر بکری اپنی جگہ سے گھر کی طرف مڑ جاوے پس جبکہ گلہ اس صورت سے واپس ہو گا تو وہ بکری جو آگے آگے جا رہی تھی پیچھے رہجاوے گی اور وہ لنگڑی بکری جو پیچھے جا رہی تھی آگے ہو جائیگی اور یہ واپسی ایسی عجیب ہو گی کہ تند خو اور نک چڑھے لوگ بھی اسکو دیکھکر ہنس پڑینگے پس اس سے معلوم ہوا کہ جو دنیا کے لحاظ سے کاہل ہیں۔ وہ حق سبحانہ کے پاس اوروں سے پہلے پہونچینگے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اہل اللہ طلب دنیا میں فضول لنگڑے نہیں ہوئے اور فخر دنیا کے عوض ننگ دنیا بلا وجہ نہیں خریدی بلکہ اسمیں ایک بھید ہے وہ یہ کہ لوگ اپنی سعی فی طلب الدنیا کو چھوڑ کر اور پانوں توڑ کر کعبۂ مقصود کو جا رہے ہیں اور دنیا داروں سے پہلے پہنچنا چاہتے ہیں اور اس تنگی ہی میں اُنکے لئے فراخی ہے کیونکہ تنگی سے فراخی تک ایک سرنگ ہے جسکے ذریعہ سے وہ فراخی تک پہنچ سکتے ہیں اور اُن لوگوں نے جو عقل دنیا کو اپنے دل سے دہوڈالا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ عقل کعبۂ مقصود کی راہ نہیں جانتی لہذا اسکی طرف رہنمائی نہیں کر سکتی بلکہ اسکے لئے اُس سمجھ کی ضرورت ہے جو وہبی اور عطائے حق سُبحانہ ہو ایسی عقل بیشک رہنمائی کر سکتی ہے کیونکہ وہ فرع حق سبحانہ ہے اور حق سُبحانہ اسکی اصل اور ہر فرع اپنی اصل کی طرف رہنمائی کرتی ہے مانا کہ عقل دنیا بھی پرواز رکھتی ہے لیکن ہر پر تو سمندر کی چوڑائی میں نہیں اُڑ سکتا کہ وہ اڑ کر علم لدنی کا کھوج لگالے بلکہ اسکے لئے خاص پروں کی ضرورت ہے اور وہ پر وہ ہیں جو عقل وہبی کو عطا ہوئے ہیں جب یہ معلوم ہو گیا کہ عقل دنیا اور علوم دنیویہ حضرت حق کی طرف رہنمائی نہیں کر سکتے تو تم لوگونکو ایسے علوم کیوں سکھاتے ہو جو اگر پیشتر سے حاصل ہوں تب بھی ان کو محو کرنے کی ضرورت ہے بلکہ وہ علم سکھلاؤ جنکی تحصیل کی ضرورت ہے یعنی علوم حق سُبحانہ۔ نیز جبکہ یہ معلوم ہو گیا

۱۷

کہ ترقی دُنیاوی درحقیقت تنزل ہے اور دنیاوی پیش قدمی فی الحقیقۃ پیچھے رہنا ہے تو اب تم اس طرف کی یعنی دنیاوی زیادتی کبھی طلب نہ کرنا بلکہ پاشکستہ ہوجانا اور سعی دنیا کو بالکل خیرباد کہنا۔ ایسا کروگے تو واپسی کے وقت تم آگے رہوگے تم کو آخرون السابقون کا مصداق ہونا چاہیئے اور دُنیا میں اوروں سے پیچھے اور دین میں آگے رہنا چاہیئے دیکھہ تو سہی میوہ درخت سے پہلے ہوتا ہے اگرچہ وجود میں موخر ہوتا ہے اور اولیت اُسکی درجۂ مقصودیت میں ہے کہ پھل مقصود بالذات ہوتا ہے اور درخت مقصود بالعرض اور مقصود بالذات کا رتبہ مقدم ہے مقصود بالعرض پر۔ اس مثال میں تم کو یہ دیکھنا چاہیئے کہ ثمر و شجر میں ہر ایک متاخر ہے۔ اور ہر ایک متقدم لیکن ثمر کا تقدم معنوی ہے اور تاخر صوری اور شجر کا تقدم و تاخر بالعکس ہے۔ اب یہ دیکھہ کہ ان میں کون اشرف و اعلےٰ ہے ظاہر ہے کہ ثمر اعلےٰ و افضل ہے۔ پس معلوم ہوا کہ تقدم معنوی کے ہوتے ہوئے تاخر صوری مضر نہیں اور تاخر معنوی کی صورت میں تقدم صوری مفید نہیں۔ پس تو ثمر کیطرح تقدم معنوی اختیار کر اور شجر کی طرح تقدم صوری کو ترجیح نہ دے اور دعاوی علوم و فنون کو چھوڑکر فرشتوں کی طرح لاعلم لنا کہہ تاکہ تعلیم خداوندی تیری دستگیری کرے اور تجھے وہ علوم معارف حاصل ہوں جنکی طرف تیری عقل رہبری نہیں کرسکتی تھی اگر اس مکتب سلوک میں تو بالکل ہی انجان بنے گا اور ہجے تک بھی نہ جانے گا تو تو جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرح نور عقل وہبی سے پرواز کریگا اور علوم و معارف تک پہنچےگا اگر تو شہروں میں مشہور نہ ہو اس سے اپنے کو گمنام نہ سمجھنا کیونکہ اللہ جل جلالہٗ اپنے خاص بندوں کو خوب جانتے ہیں اور انھیں کے جاننے کی ضرورت بھی ہے اگر کوئی نہ جانے بلا سے۔ اس گمنامی میں بھی ایک راز ہے کہ یہ خراب و خستہ شخص جو مشہور نہیں ہے حفاظت اسرار کے لئے خزانہ بنایا گیا ہے اور قاعدہ ہے کہ خزانہ ایسی ہی جگہ رکھتے ہیں جہان کسیکو شبہ بھی نہ ہو اور اسکو کوئی جانتا ہی نہ ہو پس یہ وجہ ہے گمنامی کی پس ایسی گمنامی پر ہزار شہرتیں قربان ہیں۔ لہذا تم گمنامی سے گھبرانا مت۔ اسی مضمون سے ایک اور بات بھی معلوم ہوگئی وہ یہ کہ خوشی رنج کے پردوں میں مستور ہوتی ہے لہذا تم کو تکالیف سے بھی گھبرانا نہ چاہیئے یہاں طبیعت شبہے پیدا کرتی ہے۔ لیکن جو اعلےٰ طبیعت ہے وہ اسکی محبوس نہیں ہوتی اور جسطرح عمدہ گھوڑا اسکیل کو توڑ پھوڑ کر پھینکدیتا ہے یوں ہی

١٧۵

وہ طبیعت بھی ان اشکالات کے پُرزے اڑا دیتی ہے پس اگر طبیعت اعلےٰ درجہ کی ہی تو جوابات بھی خود ہی دے لیگی۔ نیز عشق کا ہاتھ شبہات کو جلا دینے والی آگ ہے کہ اسکے آگے کوئی شبہ قائم نہیں رہ سکتا اس بارہ میں اسکی ایسی مثال ہے جیسے دن کی روشنی کہ وہ کسی وہم کو باقی نہیں چھوڑتی یوں ہی یہ بھی کسی شبہ کو باقی نہیں رکھتا۔ نیز حق سبحانہ سے دریافت کر کہ اسی نے شبہ پیدا کیا ہے اور وہی جواب تعلیم فرمائیگا۔ غرضکہ جواب کی تین صورتیں ہیں اول یہ کہ طبیعت وقادہ ہو اور وہ شبہ کو حل کر دے دوسرے عشق کہ وہ شبہ کی جڑ کاٹ دے تیسرے الہام غیبی۔ ان تین طریقوں میں سے کسی طریق سے اسکو حل کرنا چاہیئے (ف مولانا نے شبہ کو ظاہر نہیں کیا اور نہ جواب تبلایا لیکن انداز بیان سے شبہ کی تقریر یہ معلوم ہوتی ہے کہ جب مال ایسی جگہ رکھتے ہیں جو غیر معروف ہو تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو مشہور ہیں وہ دولت باطنی کا خزانہ نہیں۔ وہو باطل اور تقریر جواب یہ ہے کہ دولت کے رکھنے کی دو صورتیں ہیں ایک محفوظ کرنا دوسرے لوگوں کو فائدہ پہنچانا پس جسوقت اسکو محفوظ کرنا مقصود ہو اُسوقت تو ایسی ہی جگہ رکھینگے جو غیر معروف ہو اور جسوقت لوگوں کو فائدہ پہنچانا مقصود ہو اُسوقت ایسے مقام پر رکھینگے جہاں سے ہر شخص مستفید ہو سکے پس جو اہل اللہ غیر مشہور ہیں انکو دولت بغرض اول سپرد کی گئی ہے اور جو مشہور ہیں انکو بغرض ثانی فلا اشتباہ) اب شاید تو سوال کرے کہ حق سبحانہ تک کیونکر رسائی ہو اور اُس سے کیونکر دریافت کیا جاوے تو اسکا جواب یہ ہے کہ گوشہ جو فی الحقیقت کوئی گوشہ نہیں بلکہ مجازاً اُسے گوشہ کہا گیا ہے وہ وصول الی اللہ کا شاہراہ ہے اور وہ اُسی راہ کی غیر ذی جہت روشنی سے منور ہے تم اسپر چلو یعنی تصفیہ باطن کرو تم کو حق سبحانہ تک رسائی ہوگی۔ اور سارے اشکالات بالہام غیبی مندفع ہو جاوینگے۔ ارے تو تو حقائق و معانی کا پہاڑ ہے پھر تو فقیر کی طرح اِدھر اُدھر سے صدا (آواز) کو کیوں ڈھونڈھتا ہے۔ اور قالی جواب کے کیوں درپے ہے بلکہ حالی جواب تلاش کرنا چاہیئے اور اُسی طرف سے تلاش کرنا چاہیئے جسطرف تو تکلیف کے وقت یا ربی یا ربی کہتا ہوا جھکتا ہے بھلے مانس موت اور تکلیف کے وقت تو تو اس طرف جھکتا ہے اور جب وہ تکلیف دور ہو گئی تو اسوقت تو کیوں انجان بنجاتا ہے تکلیف کے وقت تو تو اللہ کا پتہ لگا لیتا ہے

۱۷۶

(باقی آئندہ)

کتاب ذم الدنیا

الحدیث الدنیا سجن المؤمن وجنۃ الکافر مسلم من حدیث ابی ھریرۃ **ف** فیہ ان من شان المؤمن عدم لصوق قلبہ بالدنیا

الحدیث الدنیا ملعونۃ ملعون ما فیھا الترمذی وحسنہ وابن ماجۃ من حدیث ابی ھریرۃ وزاد الا ذکر اللہ وما والاہ[ے] وعالم ومتعلم

الحدیث حدیث ابی موسی الاشعری من احب دنیاہ اضر باخرتہ الحدیث احمد والبزار والطبرانی وابن حبان والحاکم وصححہ وتمامہ

کتاب مذمت دنیا

حدیث دنیا مومن کا جیلخانہ ہے اور کافر کی باغ وبہار ہے روایت کیا اسکو مسلم نے ابو ہریرہ کی حدیث سے **ف** اسمیں دلالت ہے اسپر کہ مومن کی شان یہ ہونا چاہیئے کہ اس کا دل دنیا میں نہ لگنا چاہیئے جسطرح جیلخانہ سے گھبراتا ہے۔

حدیث دنیا بھی راندۂ درگاہ ہے اور جو دنیا میں ہے وہ بھی روایت کیا اسکو ترمذی نے اور اسکو حسن کہا اور ابن ماجہ نے ابو ہریرہ کی حدیث سے اور اتنا زیادہ کیا کہ مگر (یہ چیزیں مستثنٰے ہیں) ذکر اللہ اور جو (چیز) اوس کے تابع اور اوس کے متعلق ہے) اور عالم اور طالبعلم (یہ تخصیص بعد تعمیم ہے کیونکہ ذکر اللہ میں علم داخل ہے اور عالم وطالب علم کا تعلق علم سے ظاہر ہے اسیطرح سب سامان دین)

حدیث ابو موسی کی حدیث کہ جو شخص اپنی دنیا سے محبت کرے گا وہ اپنی آخرت کو ضرر پہونچاویگا الخ اسکو احمد اور بزار اور طبرانی اور ابن حبان اور حاکم نے روایت کیا اور حاکم نے اسکی تصحیح بھی کی اور اس کا تتمہ یہ ہے کہ

ما التوحش عن الدنیا
وحشت از دنیا

۸۵

ے فی القاموس فی معانی الولی التابع ۱۲ منہ

ومن احب آخرته
اضر بدنیاه فآثروا
ما یبقٰے علٰے
یفنی

الحدیث حب الدنیا راس
کل خطیئة ابن ابی
الدنیا فی ذم الدنیا والبیهقی
فی شعب الایمان من
طریقه من روایة الحسن مرسلا

الحدیث الدنیا دار
من لا دار له الحدیث
احمد من حدیث
عائشه مقتصرًا علیٰ هذا
وعلی قوله ولها یجمع من
لا عقل له وزاد
ابن ابی الدنیا والبیهقی
فی الشعب من
طریقه ومال من لا مال له
واسناده جید

ف فی کل من الاربعة
تنفیر عن الدنیا

جو شخص اپنی آخرت سے محبت کریگا وہ اپنی دنیا
کو ضرر پہونچاوے گا پس تم باقی کو فانی پر ترجیح
دو۔ (جبکہ دونوں کی کامل طلب کا جمع ہونا
غیر ممکن ہے)

حدیث۔ دنیا کی محبت تمام گناہوں کی اصل
ہے روایت کیا اسکو ابن ابی الدنیا نے
ذم دنیا میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابن
ابی الدنیا کے طریق سے حسن کی روایت سے
مرسلاً۔

حدیث۔ دنیا اس شخص کا گھر ہے جس کا
کوئی گھر نہ ہو الخ روایت کیا اسکو احمد نے حضرت
عائشہ کی حدیث سے اس طور پر کہ اس جملہ
(مذکورہ) پر اور (اسکے ساتھ) دوسرے اس
جملہ پر کہ اوس دنیا کو وہ شخص جمع کرتا ہے
جسکو عقل نہ ہو اکتفا کیا ہے اور ابن ابی الدنیا
نے اور بیہقی نے شعب میں ابن ابی الدنیا
کے طریق سے یہ اور زائد کیا ہے کہ وہ دنیا
اس شخص کا مال ہے جس کا کچھ مال نہ ہو
اور اس کی سند جید ہے۔

ف ان چاروں حدیث میں دنیا سے
نفرت دلائی گئی ہے۔

التنفیر عن الدنیا
تنفیر از دنیا

کتاب ذم البخل

الحدیث لا تتخذوا الضیعة فتحبوا الدنیا الترمذی والحاکم وصحح اسنادہ من حدیث ابن مسعود بلفظ فترغبوا ف فیه ما فی الاربعة الماضیة بزیادة ان فی الضیعة زیادة لصوق بالدنیا

الحدیث نعم المال الصالح للرجل الصالح احمد والطبرانی فی الکبیر والاوسط من حدیث عمرو بن العاص باسناد صحیح بلفظ نعما وقال للمرء ف فیه کون الدنیا غیر مذمومة اذا کانت معینة فی الدین۔

الحدیث عز المؤمن استغناؤہ عن الناس الطبرانی فی الاوسط والحاکم وصحح اسنادہ الی اخر ما قال

کتاب مذمت بخل

حدیث جائداد کا سامان مت کرو کہ اس سے تم میں دنیا کی محبت ہوجائیگی روایت کیا اسکو ترمذی نے اور حاکم نے مع تصحیح سند ابن مسعود کی حدیث سے اس لفظ سے کہ تم کو (دنیا کی) رغبت ہوجائیگی ف اس حدیث میں بھی اوپر کی چار حدیث والا مضمون ہے اتنی زیادت اور ہے کہ جائداد میں دنیا کے ساتھ زیادہ تعلق ہوجاتا ہے۔

حدیث۔ نیک مال نیک آدمی کیلئے اچھا ہے روایت کیا اسکو احمد اور طبرانی نے کبیر و اوسط میں عمرو بن عاص کی حدیث سے صحیح سند کے ساتھ بلفظ نعما اور دونوں نے للرجل کی جگہ للمرء کہا ہے (معنے دونوں کے ایک ہیں) ف اس میں دلالت ہے کہ دنیا جب دین میں معین ہو تو وہ مذموم نہیں۔

حدیث۔ مومن کی عزت یہ ہے کہ سب لوگوں سے مستغنی رہے روایت کیا اس کو طبرانی نے اوسط میں اور حاکم نے اور اسکی اسناد کو صحیح کہا اون کے آخر قول تک

ف فیہ حقیقۃ العز انہا بالاستغناء لا بالاستقصاء وهو مشاهد

الحدیث حدیث ابن عمر ان للہ عباداً یختصہم بالنعم لمنافع العباد الحدیث الطبرانی فی الکبیر والاوسط وابو نعیم وفیہ محمد بن حسان السمتی وفیہ لین ووثقہ ابن معین یرویہ عن ابی عثمان عبد اللہ بن زید الحمصی ضعفہ الازدی وتمامہ فمن بخل بتلک المنافع علی العباد نقلہا اللہ تعالیٰ عنہ وحولہا الی غیرہ

ف فیہ تہدید علی الضنۃ فی ایصال النفع دنیویاً کان او دینیاً لا سیما ان کان عن ادلال وترجمہ بعضہم بقولہ۔

خاص کند بندۂ مصلحت عام را

ف اس حدیث میں عزت کی حقیقت بیان کی گئی ہے کہ وہ استغنار سے حاصل ہوتی ہے نہ کہ (دنیا کے مال وجاہ میں) زیادہ کوشش کرنے سے اور اس کا مشاہدہ ہے

حدیث ابن عمرؓ کی حدیث کہ اللہ تعالیٰ کے بعض بندے ایسے ہیں کہ اون کو اللہ تعالیٰ نعمتوں کے ساتھ مخصوص فرماتے ہیں دوسرے بندوں کے نفع کے لیے الخ اسکو طبرانی نے کبیر اور اوسط میں روایت کیا اور اسمیں محمد بن حسان سمتی راوی ہے جس میں قدرے ضعف اور ابن معینؒ نے اُنکی توثیق کی ہے وہ اسکو ابی عثمان عبد اللہ ابن زید حمصی سے روایت کرتے ہیں اُنکو ازدی نے ضعیف کہا ہے اور تتمہ حدیث کا یہ ہے کہ جو شخص اون منافع میں بندوں پر بخل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اونکو اوس سے منتقل فرما کر دوسروں کیطرف منصرف کر دیتا ہے ف۔ اسمیں تہدید ہے بندوں کو نفع پہونچانیمیں بخل کرنے پر خواہ دنیوی منفعت ہو خواہ دینی۔ بالخصوص اگر کمال پر ناز اسکا منشا ہو بعض نے اس کا ترجمہ کیا ہے خاص کند بندۂ مصلحت عام را

یا تو اُن کے بہادری کے افسانہ جھوٹے ہیں یا اُن کے تقیہ کی کہانی غلط ہے اب صرف دو مذہب سچے ہو سکتے ہیں یا مذہب خوارج جو انکو کافر کہتے ہیں یا مذہب اہلِ سنت وجماعت جو کہتے ہیں کہ آئمہ نہایت راستگو اور نہایت باایمان تھے اور اُن کی شان لایخافون فی اللہ لومۃ لائم تھی اور ان کا مذہب وہی تھا جو اہل سنت کا مذہب ہے اور جو باتیں اُن کی طرف شیعہ نسبت کرتے ہیں وہ انکا افترا ہے اور جب مذہب تشیع بالکل افسانہ ثابت ہوا اور حق دائر ہوگیا خوارج اور اہل سنت کے مذہب کے درمیان تو پھر جب میں ان دونوں مذہبوں کے درمیان فیصلہ کرتا ہوں تو مجھے اہل سنت کا مذہب اقرب الی الصواب معلوم ہوتا ہے اس کو سُنکر بڑے بھائی نے کہا کہ مجھے بھی یہ ہی خیال ہوتا ہے جب وہ دونوں متفق ہو گئے تو چھوٹا بھائی اُٹھا اور کہا کہ مولانا ذرا منبر پر سے اتر جائیے مجھے کچھ عرض کرنا ہے۔ مولانا سمجھے کہ شاید میری تردید کریگا۔ اور یہ خیال کرکے آپ نیچے تشریف لے آئے اس لڑکے نے منبر پر جاکر تمام شیعوں سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ صاحبو آپ کو معلوم ہے کہ اس مقام پر شیعوں کی حکومت ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ یہ مولانا جو اس جرأت سے مذہب تشیع کی تردید فرما رہے تھے اور نہ ان کو بادشاہ کا خوف تھا نہ ارکان دولت کا۔ اور نہ عام رعایا کا۔ محض ایک معمولی شخص ہیں کہ نہ انکو کوئی جسمانی قوت ہم لوگوں سے ممتاز حاصل ہے اور نہ اُن کے پاس کوئی فوجی قوت ہے پھر باوجود اس بے کسی اور بے بسی اور کمزوری کے جو وہ اس قدر جرأت دکھلا رہے تھے اس کا سبب کیا ہے اور وہ کونسی قوت ہے جس نے اُن کو اِس قدر جانباز اور جری بنا دیا ہے میرے نزدیک وہ قوت صرف قوت ایمانی ہے اب میں دریافت کرتا ہوں کہ ہمارے آئمہ جو عمر بھر تقیہ کرتے رہے حتیٰ کہ خود اپنے شیعوں سے بھی ڈرتے رہے تو اس کمزوری کا کیا سبب ہے۔ اگر اس کا سبب یہ ہے کہ ان میں قوت نہ تھی تو اول تو مذہب تشیع اس کا انکار کرتا ہے اور اُن کے اندر انسانی طاقت سے زیادہ طاقت تبلاتا ہے پھر اگر اس کو تسلیم بھی کر لیا جاوے تو وہ قوت میں مولوی اسمٰعیل صاحب سے کسی صورت سے کم نہ ہونگے پھر کیا وجہ ہے کہ ان میں مولوی اسمٰعیل کی سی جرأت نہ تھی اور اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ ایمان میں

مولوی اسمٰعیل سے بھی کمزور تھے اور اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مذہب تشیع تو کسی طرح حق نہیں ہوسکتا اگر حق ہوسکتا ہے تو مذہب خوارج یا مذہب اہل سنت اور یا تو ائمہ (نعوذ باللہ) سراسر بے ایمان تھے جیسے خوارج کہتے ہیں اور زیادہ پکے سنی تھے جیسے اہل سنت کہتے ہیں یہ میرا شبہ ہے اگر کسی شیعی کے پاس اس کا جواب ہو تو اُس کا جواب دے ورنہ میں مذہب تشیع سے تائب ہوتا ہوں اور میرے ساتھ میرا بڑا بھائی بھی تائب ہوگا اس مجمع میں مجتہدین بھی تھے مگر کسی نے کوئی جواب نہ دیا اُس نے پھر کہا کہ یا تو کوئی صاحب جواب دیں ورنہ میں سنی ہوتا ہوں اس کا بھی کچھ جواب نہ ملا آخر وہ منبر پر سے اُترا اور مولانا سے عرض کیا کہ میں اپنا کام کر چکا۔ اب آپ وعظ فرمائیں مولانا نے فرمایا کہ وعظ سے جو میرا مقصود تھا وہ حاصل ہوگیا اور جو تقریر تم نے کی میں ایسی نہ کرتا اس لئے اب مجھے کہنے کی ضرورت نہیں رہی۔ یہ دونوں لڑکے کسی بڑے وثیقہ دار کے لڑکے تھے جب یہ سنی ہوگئے تو انھوں نے اپنا سب گھر بار چھوڑ دیا اور چھوڑ کر مولانا کے ساتھ ہوگئے اور انہی کے ساتھ رہے یہانتک کہ جہاد میں مولانا کے ساتھ شہید ہوگئے۔

حاشیہ حکایت (۵۷) قولہ فی آخر القصة اس لئے اب مجھے کہنے کی ضرورت نہیں رہی **اقول** یہ ہے اخلاص فی النیة والعمل کہ وعظ سے جو مقصود تھا جب دوسرے شخص کی واسطے سے حاصل ہوگیا گو وہ عامی ہی تھا تو وعظ کے منقطع فرمادینے میں کوئی تردد نہ ہوا اور نہ طالبان جاہ اس سبکی کو کب گوارا کرسکتے ہیں یہی حقیقت ہے حضرت علی خواص رح کے اس ارشاد کی کہ علامت اخلاص کی یہ ہے کہ جو شخص کوئی دینی خدمت مثل وعظ یا بیعت وتلقین کرتا ہو اگر دوسرا کوئی اچھا کام کرنے والا آجاوے تو یہ طالبوں کو اُسکی طرف متوجہ کردے اھ یہ وہی کرسکتا ہے جس کو تصدر و تقدم و ترفع مقصود نہ ہو (اشت)

(۵۸) خانصاحب نے فرمایا کہ پھلاودہ ضلع میرٹھ میں لاوڑ کے قریب ایک مقام ہے وہاں کے رہنے والے ایک شخص تھے جن کا نام مجھے یاد نہیں رہا۔ یہ صاحب حافظ عبد الغنی صاحب کے (جو کہ پھلاودہ کے رہنے والے اور مولوی احمد حسن صاحب امروہی کے شاگرد ہیں) دادا کے چھوٹے بھائی تھے اور رئیس بھی تھے ان صاحب نے مجھ سے بیان فرمایا کہ جو بچہ بکری

کا پیدا ہوتا تھا میں اُس کی اُون کتروا لیتا تھا اس طرح میں نے اون جمع کروا کے حاجی صاحب کے لئے ایک کملی بنوائی اور اُس وقت تک میں حاجی صاحب کی زیارت سے مشرف نہ ہوا تھا بلکہ غائبانہ طور پر معتقد تھا جب میں حج کے لئے گیا تو اُس کملی کو اپنے ساتھ لے گیا ایک جگہ ہمارا جہاز طغیانی میں آگیا اور جہاز میں ایک شور مچ گیا میں چھتری پر تھا وہاں سے اُتر کر تنق کی جالیوں سے کمر لگا کر اور منہ لپیٹ کر ڈوبنے کے لئے بیٹھ گیا کیونکہ میں سمجھتا تھا اب کچھ دیر میں جہاز ڈوبے گا اسی اثنا میں مجھے غفلت طاری ہوئی میں نہیں سمجھتا کہ وہ نیند تھی یا غم کی بدحواسی اسی غفلت میں مجھ سے ایک شخص نے کہا کہ فلانے اُٹھو اور پریشان مت ہو ہوا موافق ہو گئی ہے کچھ دیر میں جہاز طغیانی سے نکل جاویگا اور میرا نام امداد اللہ ہے مجھے میری کملی دو میں نے گھبرا کر کملی دینی چاہی اس گھبراہٹ میں آنکھ کھل گئی اور میں نے لوگوں سے کہدیا کہ تم مطمئن ہو جاؤ جہاز ڈوبے گا نہیں کیونکہ مجھ سے حاجی صاحب نے خواب میں فرمایا ہے کہ جہاز ڈوبے گا نہیں اُس کے بعد میں نے لوگوں سے پوچھا کہ تم میں سے کوئی حاجی امداد اللہ صاحب کو جانتا ہے مگر کسی نے اقرار نہیں کیا آخر جہاز طغیانی سے نکل گیا اور ہم مکہ پہونچ گئے میں نے لوگوں سے کہدیا تھا کہ کوئی مجھے حاجی صاحب کو نہ بتلائے میں خود اُن کو پہچانوں گا جب میں طواف قدوم کر رہا تھا تو میں نے طواف کرتے ہوئے حاجی صاحب کو مالکی مصلے کے قریب کھڑے دیکھا اور دیکھتے ہی پہچان لیا کیونکہ اُن کی شکل اور لباس وہی تھا جو میں نے خواب میں دیکھا تھا صرف فرق اتنا تھا کہ جب میں نے جہاز میں دیکھا تھا تو اُس وقت آپ لنگی پہنے ہوئے تھے اور اِس وقت پاجامہ میں نہیں سمجھتا کہ اتنا فرق کیوں تھا خانصاحب فرماتے ہیں کہ میں نے یہ وجہ بیان کی کہ جہاز کو طغیانی سے نکالنے کے لئے لنگی ہی مناسب تھی اس لئے آپ نے لنگی پہنے دیکھا تھا۔ سُن کر وہ بہت خوش ہوئے اُس کے بعد اُنہوں نے فرمایا کہ میں طواف سے فارغ ہو کر حاجی صاحب سے ملا اور کملی پیش کی اور جہاز کا قصہ عرض کیا آپ نے فرمایا کہ بھائی مجھے تو خبر بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ بعض وقت اپنے کسی بندہ کی صورت سے کام لے لیتے ہیں۔

۷۵

حاشیہ حکایت (۵۸) قولہ فی آخر القصۃ مجھے تو خبر ہی نہیں الخ **اقول** اکثر تو
ایسا ہی ہوتا ہے اور وہ کوئی غیبی لطیفہ ہوتا ہے جو کسی مانوس شکل میں متمثل ہو جاتا ہے
اور کبھی خبر بھی ہوتی ہے بطور کرامت کے مگر اس کی کوئی یقینی پہچان نہیں زیادہ مدار
اس بزرگ کے قول پر ہے وہ بھی جب کہ کسی مصلحت سے اخفا نہ کریں (اشرف)

(۵۹) خانصاحب نے فرمایا کہ مولانا گنگوہی نے جو ۱۲۹۹ھ میں حج کیا ہے اُس میں آپ
کے ہمراہ یہ اشخاص تھے امیر شاہ (یعنی خود خانصاحب) حافظ عطاء اللہ مرحوم حاجی محمد یعقوب
دہلوی، گھڑی ساز محمد عاشق، مولوی مسعود صاحب کے پہلے سسر (جن کا نام مجھے یاد نہیں)
منشی تحمل حسین صاحب انبہٹوی (حضرت حاجی صاحب کے بھتیجے) ہم سب لوگ ذی قعدہ
کی کسی تاریخ میں بمبئی پہونچ گئے تھے۔ لیکن جس جہاز کے ارادہ سے چلے تھے وہ جہاز ہم
سے ایک روز پہلے چلا گیا تھا دوسرا جہاز ریڈسی کھڑا تھا مگر اُس کے روانہ ہونے میں
دیر تھی اس لئے ہم کو بمبئی میں گیارہ روز اور ٹھہرنا پڑا اور ہم ۲۰ تاریخ کو جہاز ریڈسی
میں سوار ہوئے ہمارے سوار ہونے کے بعد بھی وہ جہاز کھڑا ہی رہا نہ بیس ۲۱ کو چلا نہ
اکیس کو نہ بائیس ۲۲ کو۔ اب لوگ گھبرا گئے اور سمجھا کہ اب حج نہیں مل سکتا کیونکہ دن تھوڑے
باقی ہیں اور اُدھر اتنا لمبا راستہ قطع کرنا ہے اور اس کے ساتھ گیارہ شب کا قرنطینہ بھی کرنا
ہے اور یہ خیال کر کے لوگوں نے جہاز سے اُترنا شروع کر دیا۔ جب مولانا کو معلوم ہوا کہ
لوگ اُترنے لگے ہیں تو آپ نے ہم لوگوں سے فرمایا کہ لوگوں سے کہدو کہ عزم حج فسخ نہ
کریں ہمیں حج ضرور ملے گا کیونکہ میں اپنے کو عرفات میں اور مزدلفہ میں اور منیٰ میں دیکھ
چکا ہوں ہم نے اطلاع کر دی اس پر کچھ لوگ تو رہ گئے۔ اور کچھ پھر بھی اُتر گئے حافظ
...... بھی اس جہاز میں تھے اور اُنہوں نے بھی جہاز سے اترنیکا ارادہ کیا تھا مولانا کو
چونکہ اُن سے حسن ظن تھا اس لئے مولانا نے حافظ عطاء اللہ سے اور مجھ سے کہا کہ حافظ
...... کو سمجھاؤ کہ وہ ارادہ فسخ نہ کریں ہمیں حج ضرور ملے گا ہمنے اُنہیں سمجھایا اس پر
وہ خود مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے مولانا نے اپنی عادت کے خلاف خود اُن کو سمجھایا
اور اُنہوں نے اقرار کر لیا۔ کہ اب میں نہ اُترونگا۔ مگر باوجود اس کے بھی وہ اُتر گئے۔

۷۶

(باقی آئندہ)

تکمیل الیقین یعنے خلاصۂ سائنس اور اسلام

اُردو زبان مین یہ پہلی کتاب ہے جو دینیات کی جامعیت کے ساتھ سائنس ور طبعیات کا پہلو لیئے ہوئے ہے یہ کتاب زیادہ تران تعلیمیافتوں کے واسطے تالیف کیگئی ہے جو علوم مروجہ کے اثر سے متاثر ہوکر شبہات میں مبتلا ہوجاتے ہیں یہ کتاب بیندار مسلمانوں کے لیئے بھی ازبس ضروری اور نافع ہے. مضامین کی مختصر فہرست یہ ہے :- اول عقائد و اعمال کو لکھکر اسکے ضمن مین ہر قسم کے شرک اور خلاف شرع رسوم کو نہایت وضاحت سے بیان کیا ہے. پھر معاصی اور طاعات کے بعض دنیوی نقصانات و منافع دکھلا کر حکومت و انتظام ملکی کی تشریح کی ہے اسکے بعد نماز کے لیئے طہارت کے شرط ہونیکی حکمت. وضو مین اعضائے وضو ہونے اور ترتیب کی حکمت. نماز مین کعبہ کیطرف مُنہ کرنے کی حکمت. بے نمازونکی واہی تباہی عذروں کے معقول جواب. اعمال حج کی فلاسفی. اور بے پردگی کی خرابیان. تعدد ازواج کے متعلق نہایت عمدہ بحث اُس شبہ کا جواب جو کہ شریعت محمدیہ کے قوانین نئی روشنی کے زمانہ مین بے سود ہین. سچے صوفیوں کے حالات. مادے کی قدامت کا ابطال فلاسفہ ہی کے مسلمہ اصول سے. وحدانیت کی فلاسفی عقل کی حقیقت معلوم کرنیمیں اہل سائنس کی بدحواسی. حیات بعد الممات کا عقلی ثبوت اور فلاسفہ کے شبہات کا جواب. رُوح اور جسم کے باہمی تعلق کی حقیقت الغرض دنیا بھر کے شکوک و شبہات کے جوابات جو کسی حیثیت سے اسلام پر وارد ہوسکتے ہیں اس کتاب میں موجود ہیں جنکو پڑھکر اسلام کے دین کامل ہونیکا یقین ہوجاتا ہے. قیمت صرف دو روپے. (عہ)

خریداران الہادی کے واسطے ایکروپیہ آٹھ آنہ

سفرنامہ مالٹا یا سیاست اسلامی کا ایک مجاہدانہ درس

آجکل جسکو دیکھیئے وہ ہندوستان میں اسلامی سلطنت کے خواب دیکھ رہا ہے مگر جن خوبیونکی سلطنت کیلیئے ضرورت ہے انکا نام نہین. تو کیا جو غلام ہو اور غلامانہ صفات بھی اپنے اندر رکھتا ہو وہ کبھی غلامی کی قید سے آزاد ہوسکتا ہے ؟ ہرگز نہیں. حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہٗ بھی ہماری طرح دوسروں کے محکوم تھے مگر غلامانہ صفات سے پاک تھے. پس آپنے اگر شیخ عالم علیہ الرحمہ سفرنامہ مالٹا نہ دیکھا ہو تو اب دیکھیئے آپکو معلوم ہوگا کہ قدرت نے آپکو کیسے شاہانہ اوصاف عطا فرمائے تھے. یہ سفرنامہ آپکو بتائیگا کہ اغیار کے ہاتھوں میں پھنسکر اولوالعزمی و ثبات قدمی بے خوفی حق گوئی کے جوہر دکھانا یہ خاص مجاہد فی اللہ ہی کی شان ہے. اس سفرنامہ سے آپ حضرت علیہ الرحمہ کے حالات زندگی معلوم کرکے اشداء علی الکفار رحماء بینھم کی تفسیر کا لطف اٹھائینگے اور متقیانہ و مجاہدانہ اوصاف سے آگاہ ہوکر جام شریعت و سندان عشق کی یکجائی نظارہ سے وجد کرینگے. پس اے ترقی اسلام کے شیدائیو. اور اے عروج ملی کے فدائیو. آؤ اور حضرت شیخ المجاہدین کا سفرنامہ پڑھکر جرأت و ہمت کا سبق حاصل کرو. خدا ترسی حق پرستی کے خوگر بنو. ماسوا کا خوف دل سے نکال کر شوکلانہ جد جہد سے اغیار پر اسلامی جاہ و جلال کا رعب جمادو. قیمت دس آنے +

المشتہر :- محمد عثمان مالک کتبخانہ اشرفیہ دریبہ کلان دہلی